نکاح کے لئے کفو کی شرط

**شریعت اور روایت کے آئینہ میں**

تالیف:

ڈاکٹر فاطمہ عمر نصیف

**تقدیم ومراجعہ:**

ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی

**ترجمہ:**

سیف الرحمن حفظ الرحمن تیمی

**تفصيلات ِکتاب**

\* كتاب: نکاح کے لئے کفو کی شرط-شریعت اور روایت کے آئینہ میں

\* تالیف: ڈاكٹر فاطمہ عمر نصیف

\* ترجمہ: سيف الرحمن حفظ الرحمن تيمی

\* تقديم ومراجعہ: ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی

\*سن اشاعت: ۱۴۴۰ھ-201۹ء

\* صفحات: ۶۴

 \* ناشر : السلام اسلامك اسٹڈیز سنٹر، پٹنہ، بہار

اس كتاب كے جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

بسم الله الرحمن الرحيم

**پیش لفظ**

 ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی

 استاذجامعہ امام ابن تیمیہ

شادی تقاضائے فطرت ہے ، بقاء نسل انسانی کا ذریعہ ہے ، تسکین نفس کا حلال طریقہ ہے اور زندگی کا ایک حسین وخوشگوار مرحلہ ہے ، جس کی تمنا ہر جواں دل کرتا ہے ، البتہ اپنی شریک حیات کو منتخب کرتے وقت لوگوں کے معیار الگ الگ ہوتے ہیں ، کچھ لوگ عورت کی دولت وخوشحالی کو ترجیح دیتے ہیں اور رشتہ دولت مند گھرانے میں طے پاگیا تو دوسری چیزوں کی پرواہ نہیں کرتے ، کچھ لوگ اپنی ہونے والی بیوی میں حسن وجمال کو ڈھونڈتے ہیں اور حسن صورت کو حسن سیرت پر مقدم سمجھتے ہیں، اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو عورت کی خاندانی حیثیت اور سسرالی منصب وجاہ کو اپنی ازدواجی زندگی کے لئے ضرروری تصور کرتے ہیں ، البتہ سماج میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں اگر چہ ان کی تعداد کم ہے جو عورت کے مال ودولت ، اس کے حسن وجمال اور جاہ ومنصب سے قطع نظر اس کی دینداری ، اور شریعت کی پابندی کو شادی کا معیار بناتے ہیں ، غور سے دیکھا جائے تو اس آخر الذکر معیار انتخاب کے علاوہ تمام دوسرے معیار عارضی اور ناپائدار ہیں ۔ دولت آنی جانی چیز ہے ، حسن وجمال کی ایک مدت متعین ہے ، اور جاہ ومنصب بقول ابن خلدون ہر تیسری پشت میں لازما تبدیل ہوجاتے ہیں ، بلکہ مشاہدہ تو یہ ہے کہ اب دوسری پشت میں یہ تبدیلی واقع ہو جاتی ہے ۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ ازدواجی زندگی میں پائداری اور خوشگواری کے لئے دینداری اور اخلاقی قدروں کی موجودگی ناگزیر ہے۔ اسی لئے اسلام نے شریک حیات کو منتخب کرتے وقت دینی پہلو کو مقدم رکھنے کی تاکید کی ہے۔ اللہ کے رسول ﷐ فرماتے ہیں:" إذا جاءکم من ترضون دینہ وخلقہ فأنکحوہ، إلا تفعلوا تکن فتنۃ فی الأرض وفساد" (سنن ترمذی: ۳/۳۹۵) دیندار اور با اخلاق شخص کا پیغام نکاح آجائے تو اس سے شادی کردو، اگر نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ وفساد ہوگا۔ایک دوسری روایت میں ہے " تنکح المرأۃ لأربع: لمالھا ولجمالھا ولحسبھا ولدینھا ، فاظفر بذات الدین تربت یداک" (صحیح بخاری: ۵/۱۹۵۸) چاروجوہات کی بنیاد پر عورت سے شادی کی جاتی ہے ۔مال ودولت ، حسب ونسب، حسن وجمال اور دینداری ، تم دیندار عورت سے شادی کرکے کامیاب ہوجاؤ، اللہ تمہارا بھلا کرے۔

غرضیکہ دین واخلاق کو اسلام نے دوسرے تمام معیار انتخاب پر مقدم رکھا ہے ، حتی کہ حسب ونسب اور جاہ ومنصب پر بھی اس کو ترجیح دیا ہے ، اور اس کی متعدد مثالیں عہد رسالت میں پائی جاتی ہیں۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ابوحذیفہ بدری صحابی ہیں اور عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کے صاحبزادے ہیں ، انہوں نے ایک انصاری خاتون کے غلام سالم کو متبنی بنا لیا تھا، اور بعد میں اپنی قریشی بھتیجی ہند بنت ولید بن ربیعہ سے ان کا نکاح کردیا (صحیح البخاری: ۵/۱۹۵۷) ایک دوسری قریشی خاتون فاطمہ بنت قیس کا نکاح اسامہ بن زید سے ہوا ، جو غلام زادہ تھے ۔ لیکن عہد رسالت میں اس کو باعث عار نہیں سمجھا گیا ، بلکہ فاطمہ اپنی اس شادی کو باعث رشک بتاتی ہیں۔(صحیح مسلم: ۲/۱۱۴) اسامہ کے والد زید بن حارثہ غلام تھے ، لیکن ان کی شادی رسول اللہ ﷐ نے اپنی پھوپھی زاد، زینب بنت جحش سے کردیا، جو بعد میں ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں۔

انسانیت نوازی اور عدل ومساوات پر مبنی اس اسلامی قانون کے باوجود اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نہ صرف بر صغیر میں بلکہ عرب دنیا میں بھی شادی بیاہ میں حسب ونسب کو دوسری چیزوں پر مقدم رکھنےکارواج عام ہے۔عام طور پر ذات برادری ، صنعت وحرفت اور جاہ ومنصب کی بنیاد پر رشتے طے پاتے ہیں ،اور اس مصنوعی حصار سے نکلنے کو اپنی توہین خیال کیا جاتا ہے ۔گویا اسلام نے جس جاہلی عصبیت اور خاندانی فخر وافتخار کو اپنے پاؤں تلے روندا تھا ، وہ لعنت آج بھی ہمارے اندر موجود ہے ، اور قابل غور پہلو یہ بھی ہے کہ شادی بیاہ کے دوسرے غلط رسم ورواج کے خلاف جو تحریکیں چلائی گئیں ، جیسے جہیز اور منگنی کی رسم وغیرہ، اس انداز کی تحریکیں ذات پات کے رسم ورواج کو توڑنے کے لئے نہیں چلائی گئیں ، علماء اور خطباء اپنی تحریروں میں اور تقریروںمیں جہیز کی لعنت پر جی کھول کر لکھتے اور بولتے ہیں ، لیکن ذات برادری سے الگ ہٹ کر شادی بیاہ کے موضوعا ت پر ان کا لہجہ دھیما ہوتا ہے۔اور شاید اس کی ایک بڑ ی وجہ یہ بھی ہے کہ شادی میں حسب ونسب کے اعتبار اور ثبوت کو جمہور علماء کی تائید حاصل ہے۔چنانچہ حنفیہ ، مالکیہ ، شافعیہ اور حنابلہ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ شادی بیاہ میں حسب ونسب کا اعتبار کیا جائے گا، اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ اس کو نکاح کے لئے شرط مانا جائے یا لازمی وصف ، اور حیرت اس بات پر ہے کہ کتاب وسنت کے صحیح وصریح دلائل کے باوجود ان مسالک کے فقہاء ایک ایسی چیز پر متفق نظر آتے ہیں ، جو اسلام کی روح کے خلاف ہے ، اور مزید حیرت اس بات پر ہے کہ ان میں سے خاص طور پر فقہاء احناف نے جدید اور قدیم مسلمان میں بھی تفریق کر رکھی ہے۔ان کا یہ تفقہ ملاحظہ کیجئے " مسلم بنفسہ غیر کفؤ لمن أبوھا مسلم، ومن أبوہ مسلم غیر کفؤ لذات أبوین مسلمین أو آباء" ایک نو مسلم ، ایسی عورت کا کفو نہیں بن سکتا جس کا باپ بھی مسلمان ہے ، اور جس کا باپ نو مسلم ہے وہ شخص اس عورت کا کفو نہیں ہوسکتا جس کے ماں اور باپ دونوں مسلمان ہیں ، یاوہ خاندانی مسلمان ہے"(حاشیہ رد المختار لابن عابدین: ۳/۸۷) اس من مانی تفقہ اور جدت طرازی کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک شخص جب اسلام قبول کرتاہے تو اپنے نو مسلم ہونے کی وجہ سے اسلامی سماج میں اپنے آپ کو ٹھگا ہوا محسوس کرنے لگتا ہے اور مختلف سماجی الجھنوں کا شکار ہوجاتا ہے۔بلکہ بعض اوقات یہ چیز اس کےارتداد کا سبب بھی بن جاتی ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ اس جمہوری فکر کا علمی اور تحقیقی جائزہ لےکر حقیقت سامنے لائی جاتی، اور اس اہم ضرورت کو پوری کیا ہے ایک سعودی اسکالر خاتون ڈاکٹر فاطمہ عمر نصیف نے ، موصوفہ اس نصیف خانوادہ سے تعلق رکھتی ہیں جس نے بڑے بڑےعلمی وتحقیقی کارنامے انجام دیا ہے۔بالخصوص اسلامی تراث کی تحقیق اور نشر واشاعت اس خاندان کا طرہ امتیاز ہے ۔ ڈاکٹر فاطمہ نے اس مختصر مگر جامع اور تحقیقی رسالہ میں عربوں کی قبائلی عصبیت اور فخر عربیت کے خلاف جس بے باکی اور جرات مندی کامظاہرہ کیا ہے ، وہ واقعی لائق تحسین ہے۔

کتاب کی ابتدا ایک مقدمۃ البحث سے ہوتی ہے جس میں ڈاکٹر صاحبہ نے سبب تالیف، موضوع کی اہمیت اور موجود ہ دور میں موضوع کے تعلق سے مسلم سماج کے تعامل کو بیان کیا ہے۔ نیز کفائت کے مسئلہ میں اسلامی نقطہ نظر کو کتاب وسنت کے دلائل سے واضح کردیا ہے۔کتاب کا اصل مبحث تین اجزاء پر مشتمل ہے ، پہلے جزء میں نکاح میں کفو کے عدم قائلین علماء کے موقف کو ان کے بیان کردہ دلائل سے مزین کیا ہے ، دوسرے جزء میں کفو کے قائلین علماء کے دلائل کو بیان کرنے کے ساتھ ان کا علمی تجزیہ کیا ہے اور یہ صراحت بھی کردی ہے کہ دلائل ان کے حق میں نہیں ہیں گرچہ وہ کثرت تعداد کی بنیاد پر جمہور کہلاتے ہیں۔کتاب کے آخری جزء میں ان اوصاف سے بحث کی گئی ہے جوکفاءت میں معتبر یا غیر معتبر مانے جاتے ہیں ، یہ کل چھ اوصاف ہیں۔دین واخلاق ، آزاد ی نفس، صحت جسمانی ، مال ودولت، حرفت وصناعت اور حسب ونسب ، اول الذکر تین اوصاف کو کفائت میں انہوں نے بھی معتبر تسلیم کیا ہے۔جبکہ مال ودولت ، حرفت وصنعت اور حسب ونسب کو دلائل کی روشنی میں غیر معتبر قرار دیا ہے۔

کتاب کے اخیر میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ کفائت کے مسئلہ میں سب سے بنیادی چیز دینداری اور اخلاق وکردار ہے ۔ اور اسی ضمن میں ڈاکٹر فاطمہ نے ایک فاسق انسان کو ایک نیک خاتون کاکفو نہیں مانا ہے۔اور اس کی تائید میں بہت اختصار کے ساتھ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے موقف کو بیان کیا ہے ۔یہ صحیح ہے کہ دینداری کے معاملہ میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا ہمسر اور برابر ہونا چاہئے ۔ اللہ تعالی نے فرمایا: {وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ} [سورة النور:26]. پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں،لیکن سوال یہ ہے کہ فاسق مرد ایک نیک اور پاک خاتون کا کفو ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ اس سوال کا نفی میں جواب دینے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ فسق کیا ہے؟ فسق کے اسباب کیا ہیں؟ فاسق کے درجات کیا ہیں؟ صغیرہ گناہ کا مرتکب بھی فاسق کہلاتا ہے اور کبیرہ کا مرتکب بھی ، نیز اگر فسق کی بنیاد پر نکاح باطل ہوجاتا ہے تو آج ہمارے سماج میں ان فاسق شوہروں کی ایک بڑی تعدادموجود ہے ، جن کی بیویاں نیک اورپارسا ہیں ، پھر بھی وہ میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں، کیا ہم ترک صلاۃ سے ختم نکاح والا فتوی یہاں بھی لگا سکتے ہیں؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس نکتہ کو فقہاء کی آراء کی روشنی میں بیان کر دیا جائے ۔ ایک فاسق ایک نیک خاتون کا کفو ہے یا نہیں ، اس بارے میں علماء کی چند آراء پائی جاتی ہیں :

۱۔فاسق انسان سے نکاح کرنا عورت اور اس کے اولیاء کا خاص حق ہے ۔اگر عورت اور اس کےاولیاء اپنے اس حق سے دستبردار ہو جاتے ہیں تو فاسق شخص سے شادی جائز ہوگی ، عورت اور اولیاء میں کوئی ایک فریق دستبردار ہوتا ہے اور دوسرا فریق نہیں ہوتا ہے تو اس کو شادی فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا(الفواکہ الدوانی: ۲/۹) ابو حنیفہ اور ابو یوسف اسی کے قائل ہیں(بدائع الصنائع: ۲/۳۲۰) اور مالکیہ بھی اسی کو راجح قرار دیتے ہیں (بدایۃ المجتہد: ۲/۱۲) حنفیہ اورمالکیہ اپنے اس موقف کے لئے دو عقلی دلائل پیش کرتے ہیں:

(الف) نکاح میں اصل اختیار عورت اور اولیاء کو ہے ، اس لئے کفاءت کا حق بھی انہیں کو حاصل ہوگا، اس لئے اگر وہ اپنے حق سے دستبر دار ہو جائیں اور کسی فاسق سے نکاح کرلیں تو نکاح صحیح ہوگا(الفواکہ الدوانی: ۲/۹)

(ب)حسب ونسب، آزادی اور دولت پر فخر کرنے کے مقابل میں دین پر فخر کرنا زیادہ بہتر ہے ، اورفسق کے ذریعہ کسی کو عار دلانا ، عار اور طنز کی سب سے بدترین شکل ہے۔ اور یہ عار عورت اور اس کے اولیاء برداشت کرتے ہیں، وہ چاہیں تو برداشت کریں یا نہ کریں (بدائع الصنائع:۲/۳۲۰)۔

۲-فاسق سے نکاح کرنا سخت مکروہ ہے ، البتہ اگر فاسق سے نکاح نہ کرنے کی صورت میں اس سے زنا کا خطرہ لاحق ہو تو بدرجہ مجبوری نکاح جائز ہوگا ، شافعیہ اسی کے قائل ہیں۔(السراج الوہاج: ۱/۳۷۰) البتہ بعض شافعیہ نے نکاح کے جواز کے لئے یہ قید بھی لگائی ہے کہ عورت اور اس کے اولیاء کی جانب سے کسی معین فاسق انسان کے بارے میں اجازت حاصل ہو، پھر بھی اس کو فسخ نکاح کا خیار حاصل رہے گا۔ شافعیہ نے اپنے اس موقف کے لئے یہ دلیل پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷐ نے اپنی بیٹیوں کی شادی غیر کفو میں کی ، بقاء نسل کے لئے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔(حاشیہ البجیرمی: ۳/۳۵۱، روضۃ الطالبین: ۲/۸۳)۔

۳-فاسق سے نکاح بہر صورت جائز نہیں ہے ، عورت اور اس کے اولیاء کی رضا مندی کا بھی اعتبار نہیں ہوگا ۔ یہ مالکیہ کی ایک رائے ہے۔(حاشیۃ الدسوقی: ۲/۲۴۹) فقہاء حنابلہ بھی فاسق سے نکاح نا جائز مانتے ہیں ۔(مطالب اولی النہی: ۵/۸۴) مالکیہ اور حنابلہ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(الف) { الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ} [سورة النور:3].

زانی مرد، زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے ہی نکاح کرتا ہے اور زانیہ عورت، زانی مرد یا مشرک مرد سے ہی نکاح کرتی ہے ، یہ مومنوں کے لئے حرام ہے۔

بلا شبہ زنا کار مرد وعورت فاسق ہیں اور یہ کسی پاکدامن مردو عورت کا کفو نہیں ہوسکتے ، لیکن اس آیت کریمہ سے ہر طرح کے فاسق سے نکاح کی حرمت پر استدلا ل صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ نکاح کی یہ حرمت خاص زنا کا ارتکاب کرنے والے مجرمین کے لئے ہے ، تمام فاسقین کے لئے نہیں ، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض محققین علماء نے "ذلک" سے نکاح نہیں زنا مراد لیا ہے۔ یعنی زنا مومنوں پر حرام ہے۔ بلکہ جمہور علماء نے اس آیت سے زانیہ کے ساتھ نکاح کی حرمت کے بجائے اس کے مکروہ ہونے کو راجح قرار دیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ ایک شخص نبی ﷐ کی خدمت میں حاضر ہو ا اور اپنی بیوی کی شکایت کی کہ وہ کسی بھی چھونے والے کے ہاتھ کو رد نہیں کرتی ہے ، آپ ﷐ نے فرمایا کہ اس کو طلاق دے دو، اس نے کہا :مجھے اس سے محبت ہے ، آپ نے فرمایا: پھر اس کو اپنے پاس رکھو" (سنن النسائی: ۳/۲۷۰، سنن ابو داؤد: ۲/۲۲۰، قال الطبرانی فی مجمع الزوائد( ۴/۳۳۵): ورجالہ رجال الصحیح، وقال ابن حجر فی التلخیص الحبیر( ۳/ ۲۲۵): واسنادہ أصح ، وقال الامام احمد بن حنبل : لیس لہ اصل وذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات)۔

(ب) فاسق سے میل جول رکھنا منع ہے ، اور اس سے دوری بنائے رکھنا شرعا واجب ہے۔اس لئے وہ کفو نہیں ہو سکتا ۔(حاشیۃ الدسوقی:۲/۲۴۹)۔

(ج)فاسق کی گواہی اور ا س کی امامت مردود ہے ، اور یہ اس کی انسانیت کا نقص ہے ، اور ایک ناقص انسان عادل انسان کا کفو کیسے ہو سکتا ہے ۔(مطالب اولی النہی: ۵/۸۵)۔

۴-حنفیہ میں سے امام محمد نکاح میں دینی کفاءت کو معتبر نہیں مانتے ۔(بدائع الصنائع: ۲/۲۲۰) ان کی دلیل یہ ہے کہ دین کا تعلق آخرت سے ہے اور کفائت کا تعلق دنیا سے ہے ، اس لئے نکاح میں دینداری کی قید درست نہیں ہے ، البتہ اگر انسان کا فسق ظاہر ہو اور مضحکہ خیز حد تک ہو تو وہ کفو نہیں ہوگا ۔ لیکن فسق کے ساتھ دوسری اچھی خوبیاں اس میں موجود ہوں تو فسق باعث رد نکاح نہیں ہوگا۔(بدائع الصنائع: ۲/۲۲۰)۔

ان چاروں اقوال اور ان کے دلائل کو دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نکاح میں شوہر کا اسباب فسق سے خالی ہونا ، اس کا نیک اور عادل ہونا یہ خاص بیوی کا حق ہے۔ اولیاء بھی اس حق میں شامل نہیں ہیں ، اس لئے کہ شوہر کی اچھائی یا برائی اور اس کے تمام اثرات بیوی پر ہی مرتب ہوتے ہیں ۔اس لئے اگر کوئی عورت اپنے اس حق سے دستبردا ر ہوکر کسی فاسق سے شادی کرلیتی ہے تو اس کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہونا چاہئے ، البتہ شوہر کا فسق بسبب زنا ہو تو بیوی کو ایسے فاسق سے شادی کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے ، اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ فاسق سے نکاح کے جواز اور عدم جواز کا معاملہ بہت حد تک عورت کی صواب دید پر موقوف ہے۔لیکن ہم ڈاکٹر فاطمہ عمر نصیف کی اس رائے سے اتفاق رکھتے ہیں کہ" زوجین کی صالحیت اور نیک طینت، ان کا تقوی، ان کی خشیت، دینی احکام کی پاسداری، اور اخلاق حسنہ سے مزین ہونا ، یہی وہ بنیادی اوصاف ہیں جن پر ازدواجی زندگی کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اور میاں بیوی کے رشتہ میں پائداری آتی ہے"۔

کتاب کو اردو قالب میں ڈھالنے کا فریضہ ہمارے ایک عزیز شاگرد شیخ سیف الرحمن حفظ الرحمن نے ادا کیا ہے، آپ ایک صالح اور سنجیدہ فکر کے حامل باصلاحیت اسلامی اسکالر ہیں ، کتا ب کے ترجمے سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عربی اور اردو دونوں زبانوں پر ان کو یکساں عبو ر حاصل ہے۔ترجمہ نہایت سلیس اور نص کے مطابق ہے۔عزیز موصوف سے مستقبل میں بہت سی امیدیں وابستہ ہیں ، اللہ تعالی ان کی زندگی اور علمی خدمات میں برکت عطا فرمائے اور ان کے اعمال صالحہ کو شرف قبولیت سے نوازے ۔آمین!

کتاب کا موضوع نہایت حساس او رتقاضائے وقت کےمطابق ہے ، اس لئے اس مفید اور علمی کتاب کی نشر واشاعت بڑے پیمانے پر ہونی چاہئے تاکہ اردو خواں طبقہ زیادہ سے زیادہ مستفید ہوسکے اور ذات پات، حسب ونسب کی سماجی برائی سے نجات حاصل کر سکے۔

كتاب كی طباعت واشاعت " **السلام** **سوشل ڈیولپمنٹ فاؤنڈیشن،پٹنہ** " ڈیولپمنٹ فاؤنڈیشن ، پٹنہ کے ذیلی ادارہ "اسلامک اسٹڈیز سنٹر" کے زیر اشراف ہورہی ہے ۔جو گزشتہ کئی سالوں سے دعوتی ، ثقافتی، اور سماجی میدانوں میں سرگرم عمل ہے ،ادارہ کے ذمہ دار عزیز گرامی ڈاکٹر معراج عالم تیمی اور ان کے نوجوان وفعال رفقاء کار نے اس پلیٹ فارم سے مختصر وقت میں قابل قدر اور لائق ستائش خدمات انجام دیا ہے۔فجزاہم اللہ خیرا۔

اس کتاب کی اشاعت کا فیصلہ اور اس کے پیغام کی بڑے پیمانہ پر تبلیغ ادارہ کے اراکین ومنسوبین کی نیک نیتی اور جذبہ عمل کو بیاں کرتا ہے ۔ اللہ تعالی ان کی نیتوں میں اخلاص عطا فرمائے ۔اور اس کا ر خیر کو مؤلفہ کتاب، مترجم، مقدم اور ناشرین وجملہ معاونین کی نجات کا سبب بنائے ۔آمین یار ب العالمین۔

 **(ڈاکٹر) ارشد فہیم مدنی**

**مقدمہ**

تمام تعریفات اس اللہ کے لئے ہے جس نے پیدا کیا اور صحیح سالم بنایا،جس نے (ٹھیک ٹھاک) اندازہ کیا اور پھر راہ دکھائی، افضل ترین درود اور پاکیزہ ترین سلام نازل ہو تمام مخلوقات کے سردار محمد بن عبد اللہ پر جنہیں پوری دنیا والوں کے لئے رحمت بناکر مبعوث کیا گیا اور آپ کے آل واصحاب پربھی۔

حمد وثناء کے بعد:

اس مقالہ کو تحریر کر نے کا سبب یہ ہے کہ کچھ اسلامی معاشرے میں آئے دن ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے عرف او ررسم ورواج کی طرف بہت تیزی سے لوگ بڑھ رہے ہیں ، ان جاہلانہ رسم ورواج میں ایک خطرناک چیز قبائلی تعصب بھی ہے جو طبقاتی امتیازات ، نفرت انگیز بھیدبھاؤ اور حسب ونسب پر فخر ومباہات کی شکل میں نمودار ہورہا ہے۔

اسلام نے انسانیت نواز تعلیمات کے ذریعہ جاہلیت کے تعصب کا خاتمہ کر دیا اور لوگوں کے درمیان فضیلت وبرتری کا واحد معیار تقوی اور عمل صالح کو قرار دیا ، اللہ تعالی کا فرمان ہے: {يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ} [سورة الحجرات:13].

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کوایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو او رقبیلے بنادئے ہیں ، اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے ، یقین مانو کہ اللہ دانا او ر باخبرہے۔

نبی ﷐ نے اپنے ارشادات او رتوجیہات کے ذریعہ اس مفہوم کی مزید تاکید فرمائی ، امام بخاری نے *ابوھریرہ* ﷛ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷐ سے دریافت کیا گیا کہ : ( لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت انسان کو ن ہے ؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے باعزت وہ ہے جو سب زیادہ ڈرنے والا ہو)([[1]](#footnote-1))۔

نبی ﷐نے قولی اور فعلی دونوں سنتوں سے عقیدہ کے اعلی ترین اصول اور انسانیت کے بلندترین مبادی کو لوگوں کے ذہن ودل میں راسخ فرمایا، ان اہم مبادی میں مساوات بھی شامل ہے، آپ ﷐ نے ارشاد فرمایا: (یقینا تمہارا رب ایک ہے ، تمہارا دین ایک ہے، تم سب کے والد آدم ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا، اس لئے کسی عربی کوعجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی گورے کو کالےپر کوئی برتر ی حاصل ہے ، سوائے تقوی کے )([[2]](#footnote-2)) ۔

اسلام نے اس عصبیت کی مخالفت کی اور اسے بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا، کیوں کہ اس پر مرتب ہونے والے منفی اثرات امت اسلامیہ کے لئے انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطح پر حد درجہ نقصان کا باعث ہیں، امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ نبی ﷐نے فرمایا: ( میری امت میں جاہلیت کے چار ایسے اوصاف پائے جاتے ہیں جن سے وہ باز نہیں آنے والے : اپنے حسب پر فخر کرنا ، دوسرے کے نسب پر طعن کرنا، نوحہ خوانی کرنا اور تاروں سے پانی کی امید رکھنا) ([[3]](#footnote-3)) ۔

ابوھریرہ ﷛ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷐ نے فرمایا: (اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور اپنے باپ دادا پر فخر کو ختم کر دیا ہے، اب لوگ مومن و متقی ہیں یا فاجر و بدبخت اور سارے لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں)([[4]](#footnote-4)) ۔

امام صنعانی ﷫ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: " اللہ تعالی نے حسب نسب پر فخر کرنے کو جاہلیت کی نخوت میں شمار کیا ہے ، اس کے بعدبندہ مومن اس کو لائق اعتناء کیوں سمجھے اور اس پر کسی شرعی حکم کی بنا ء کیسے ڈالے)۔

گویا امام صنعانی مسلمانوں کو یہ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اس سے دور رہیں اور باپ دادا پر فخر کرنے سے گریز کریں۔

دو ر حاضر میں عصبیت ایک با رپھر سر اٹھانے لگی ہے ، لوگ حسب نسب پر فخرومباہات کا کھلے عام مظاہرہ کرنے لگے ہیں ، ہر انسان اپنے ہم جنس، اپنے ملک ، وطن اور زبان وقوم کے تئیں تعصب کا شکار ہے، جس کے نتیجے میں مسلمان فرقوں اور ٹولیوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے مخالف اور دشمن بنے بیٹھے ہیں، ان کا یہ عمل دین کی تعلیمات ، عقیدہ کے اصول اور ان کی اس دینی وحدت کے منافی ہے جس کی بنیاد اخوت الہیہ پر ہے اور جس کے سونتے اللہ کے اس فرمان سے جاری ہوتے ہیں: {إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ } [سورة الحجرات:10]. ترجمہ: سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

{وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ} [سورة المؤمنون:52].

 ترجمہ: یقینا تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے او رمیں ہی تم سب کا رب ہوں ، پس تم مجھ سے ڈرتے رہو۔

اس دین کی بنیاد توحید اور وحدت پر ہے ، یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوسکتے ، اس امت کے تمام افرادکی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ نبی ﷐نے فرمایا : (مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور وہ اپنے مخالفوں کے لیے ایک ہاتھ کی طرح ہیں، ان میں سے ادنیٰ شخص بھی کسی کو امان دے سکتا ہے)([[5]](#footnote-5))۔مسلمان آپس میں ایک جسم کی طرح ہیں ، جیسا کہ نبی ﷐کا ارشاد ہے: (مومنوں کی مثال ان کی دوستی اور اتحاد اور شفقت میں ایسی ہے جیسے ایک بدن کی (یعنی سب مؤمن مل کر ایک قالب کی طرح ہیں) بدن میں جب کوئی عضو درد کرتا ہے تو سارا بدن اس میں شریک ہو جاتا ہے، نیند نہیں آتی، بخار آ جاتا ہے )([[6]](#footnote-6)) ۔

آج ہمارے اندر سے یہ صفت کیوں غائب ہوچکی ہے؟ جاہلانہ عصبیت نے اسلامی اصول ومبادی پر کاری ضرب لگایا ہے اور عورتوں کو اپنا شکار بنا لیا ہے ، اس عصبیت سے خواتین کو جو نقصان پہنچا وہ کسی سے مخفی نہیں، مرد جب اپنے او رخاندان ( ذات برادری )کے تئیں تعصب کا مظاہرہ کرتا ہے تو اپنی بہن بیٹیوں کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے خاندان وقبیلہ کے علاوہ کسی اور قبیلہ و خاندان میں شادی کرے ، جس کے سبب شادی بیاہ کامعاملہ دشوار ہو جاتا ہے ، شادی جو کہ انسانی فطرت کا تقاضہ ، سماجی حاجت اور دنیاوی ضرورت ہونے کے ساتھ ہی نبی ﷐ کی سنت بھی ہے ، وہ بالکل معطل ہوکر رہ جاتی ہے ، آپ ﷐کا ارشاد ہے: ( میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میرے طریقہ سے بے رغبتی کرے وہ میری امت میں سے نہیں ہے)۔

اسلام دین فطرت ہے ، جو انسان کے فطری تقاضوں ، انسانی حقیقتوں او راس کی سچی ضروریات کی روشنی میں اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہے ، جس ذا ت نے انسان کو خلقت عطا کی ، اس نے اس کی فطرت میں شریک حیات کی ضرورت بھی پیدا فرمائی ، بلکہ اللہ نے دنیاکی ہر مخلوق میں اس صفت کو قائم رکھا، اللہ کا فرمان ہے: {وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ} [سورة الذاريات:49].

ترجمہ: اور ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

پھر اللہ تعالی کی مشیئت یہ ہوئی کہ انسان کے جوڑوں کو ایسے تخلیق کرے کہ گویا ایک نفس دوحصوں میں منقسم ہواور ہر ایک دوسرے کو مکمل کرے ، اللہ فرماتا ہے : {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً } [سورة النساء:1].

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اوراسی سے اس کی بیوی کو پیدا کرکے ان دونوں سے بہت سے مرد او رعورتیں پھیلادیں ۔

انسانی زندگی کے لئے خاندان اولین تاسیس کار کی حیثیت رکھتا ہے ، اس کی تشکیل میں سب سے بڑ ا اور مؤثر کردار اس کے خاندان کا ہی ہوتاہے ، اس کی وجہ یہ ہے کہ خاندان کے ذریعہ ہی یہ سب سے باعزت مخلوق انسان وجود میں آتاہے ، خاندان ہی انسانی سماج کو مختلف اسباب وعوامل کی روشنی میں بقاء وترقی فراہم کرتا ہے ۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ خاندان ہی انسانی نفس کے ان دونوں حصوں ( مردوزن) کو یکساں طور پر سکونت ، امن وقرار، عصمت وعفت اور عزت نفس عطا کرتا ہے ، نفس کو سامان راحت اور اعضاء وجوارح کوسکون فراہم کرتا ہے : {وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ} [سورة الروم:21].

ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی ، یقینا غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

{ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ} [سورة البقرة:187].

ترجمہ: وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔

ان آیتوں کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ بہت سے سرپرستوں نے حسب نسب کی جو شرط قائم کر رکھی ہے اس سے عورتوں کی شادی میں کافی رکاوٹ پیدا ہوئی ہے اور اس کے سبب ان خانوادوں میں بطور خاص عنوست(کنواری لڑکی کا بغیر شادی کے بوڑھی ہونا)کی شرح بڑھ رہی ہے جو مسلمانوں کے درمیان حسب نسب کی بنیاد پر بھید بھاؤ رکھتے ہیں، شادی ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ غیر بھی اپنے ہوجاتے ہیں ، مختلف خاندان اور قبیلے کے لوگ رشتہ مصاہرت (سسرالی رشتہ) سے جڑکر باہم بھائی بھائی ہوجاتے ہیں ، اللہ کا فرمان ہے: {وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا} [سورة الفرقان:54].

ترجمہ: وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا ، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا ، بلاشبہ آپ کا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے۔

آج خواتین اس پریشانی سے باہر آنا چاہتی ہیں جو حسب نسب کے معاملے میں سرپرستوں کی غلط فہمی کے سبب پیداہوئی ہے ، ان کی غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ کچھ فقہاء نے عقیدے کے اصول کو نظر انداز کرتے ہوئے حسب نسب کو نکاح کے لئے شرط قرار د ےدیا ، اسی وجہ سے مجھے مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالی جائی ، اس سلسلے میں بحث وجستجو کی جائے اور بہت سارے مسلمانوں کو اس بابت جو شبہات ہیں ان کی وضاحت کی جائے ، چنانچہ میں نے بغیر کسی جانبداری کے اس موضوع پر بحث وتحقیق کرنے کا عزم کیا ، رب سے مدد طلب کی اور کتاب وسنت کی ضیاء بار کرنوں سے روشنی حاصل کرنے لگی، تاکہ اس تحقیق کی بنیاد کتاب وسنت پر ہو جو دین کے دو بنیادی اصول کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کی نیر وتاباں کرنوں سے ہمارے اسلاف فقہاء کرام اور صحابہ وتابعین او ران کے نقش پا کی پیروی کرنے والے ان ائمہ اربعہ نے روشنی حاصل کی ، جن کے مذاہب کی طرف مسلمانوں کا جمہور طبقہ منسوب ہے ، ان اسلاف کرام رحمہم اللہ نے اپنے تمام اجتہادات، فتاوی اور اقوال کی بنیاد قرآن وسنت کے دلائل پر رکھا اور ان کو ہی اپنا مرجع بنایا ، اور ایسے کسی قول کو ترک کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا جو قرآن وسنت کے منافی تھا ، خواہ قائل جتنا بھی عظیم ہو ، کیوں کہ رسول ﷐کا قول سب سے عظیم تر اور بہتر ہے اور آپ﷐ کا قول ہی حجت و مرجع بھی ہے۔

اتباع سنت کے سلسلے میں ان کے اقوال بڑے مشہور ہیں : امام ابو حنیفہ النعمان بن ثابت ﷫ کہتے ہیں کہ: ( جب حدیث صحیح سند سے ثابت ہو تو وہی میرا مذہب ہے)([[7]](#footnote-7))۔امام مالک ﷫ کا قول ہے کہ : (میں تو صرف ایک انسان ہوں ، مجھ سے غلطی بھی ہوتی ہے اور میں کبھی حق پر بھی ہوتا ہوں، میری رائے میں غورو فکر سے کام لیا کرو، میر ی جو رائے کتاب وسنت کے موافق ہو اسے اختیار کرو اور جو رائے ان دونوں سے متصادم ہو، اسے ترک کر دو)([[8]](#footnote-8)) ۔

امام شافعی ﷫ سے اس بابت بہت سے اقوال منقول ہیں ، ان کاایک قول یہ ہے کہ : ( ہر انسان سے نبی ﷐ کی بعض سنتیں مخفی رہ جاتی ہیں ، میں اگر کوئی بات کہوں یا کوئی قاعدہ بیان کروں اور اس سلسلے میں نبی ﷐ کی کوئی حدیث ہو جو اس کی مخالفت کرتی ہو، تو حق بات وہی ہے جو اللہ کے رسول ﷐ نے فرمائی ہے ،اس رائے اور قاعدہ کی حیثیت صرف میرے قول کی ہے ) ([[9]](#footnote-9)) ۔ ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ: (اگر تمہیں میری کتاب میں سنت نبوی ﷐ کے خلاف کوئی رائے یا قول ملے تو تم نبی ﷐ کی حدیث کو اختیار کرو اور میری رائے کو ترک کردو)([[10]](#footnote-10)) ۔

جہاں تک امام احمد بن حنبل ﷫ کی بات ہے تو وہ ان ائمہ اربعہ میں سب سے زیادہ سنت کے پاسدار وپابند رہے ہیں ، ان کا قول ہے کہ : (اوزاعی، مالک اور ابوحنیفہ کے آراء بھی میری رائے ہی کی طرح ہیں ، یہ تمام آراء میرے نزدیک برابر ہیں ، رہی بات حجت او ردلیل کی تو وہ صرف نبی ﷐ کی احادیث میں ہے)([[11]](#footnote-11)) ۔

نبی ﷐ کی صحیح احادیث کو لازم پکڑنے اور اندھی تقلید سےباز رہنے کے سلسلے میں ائمہ اربعہ کے یہ چند اقوال تھے ۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا میرا مقصود ہے تاکہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو سکے کہ اس مقالہ کے اندر ان معتمد علیہ مذاہب اربعہ کی مخالفت کی گئی ہے ، کیوں کہ صحیح حدیث پر عمل کرنا ، گرچہ وہ اقوال ائمہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، ان کے مذاہب سے روگردانی نہیں بلکہ ان کے مسالک کے عین موافق ہے ، اس لئے کہ صحیح حدیث کو محض اس وجہ سے ترک کرنا کہ وہ ان ائمہ کی رائے کے خلاف ہے ، بذات خود ان کے مذکورہ اقوال کے منافی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان مشہور ائمہ اربعہ کے شاگردوں نے بعض مسائل میں اپنے اساتذہ سے اختلاف کیا ہے، مثا ل کے طور پر محمد بن الحسن اور ابو یوسف رحمہا اللہ کو لے لیجئے ، انہوں نے اپنے اجتہادات کی بناء پر کچھ مسئلوں میں اپنے استاد ابو حنیفہ ﷫ کی رائے سے مختلف رائے اختیار کیا ہے ، ان مسائل میں مذہب حنفی کے ایسے احکام بھی شامل ہیں جن کی بنیاد ضعیف احادیث پر ہے یا ان کی نظر میں زیادہ صحیح روایتوں کی رو سے وہ احادیث ضعیف قرار پائی ہیں۔

یہ وہ چند اسباب ہیں جن سے مجھے یہ تحریک ملی کہ ان دلائل کی تحقیق کی جائے جن کی بنیاد پر فقہاء نے نکاح کے لئے کفو اور حسب نسب کو شرط قرار دیا ہے ، تاکہ ان دلائل کی صحت اور ضعف کا یقینی علم حاصل ہوسکے ، اگر دلیل صحیح ہوئی تو حکم بھی صحیح قرار پائے گا اور اگر دلیل درست نہ ہو تو حکم بھی باطل قرار پائے گا۔

اس مقالہ میں اسی مسئلہ کو موضوع بحث بناگیا ہے ، یہ ایک مہتم بالشان مسئلہ ہے جس کی وجہ سے سماجی نظام ، شادی بیاہ کے احکام اور نکاح وپیغام کے سلسلے میں بہت سی رکاوٹیں اور بندشیں پیدا ہوتی ہیں ، یہ ایسا معاملہ ہے جسے میں نے اپنی عملی زندگی میں بہت قریب سے دیکھا اور محسوس کیا ہے اور آئے دن کے پیش آمدہ مسائل میں بچشم خویش اس کا مشاہدہ کیا ہے، امید ہے کہ اللہ تعالی اس کتاب کے ذریعہ تنگی کے بعد کشادگی پیدا کردے اور مشکل کے بعد آسانی کی راہ نکال دے، دعا ہے کہ ذات باری! اس عمل کو محض اپنی رضا او رخوشنودی کے لئے خالص کرلے۔

**رسرچ اسکالر:**

**ڈاکٹر فاطمہ عمر نصیف**

**نکاح میں کفو کی شرط**

زوجین کے درمیان مناسب نفسیاتی ماحول پیدا کرنے کےلئے خاندان والے صالحیت ونیک مزاجی اور کفو وبرابری کی تلاش کرتے ہیں تاکہ باہمی اشتراک سے انفرادی اور سماجی سطح پر مثبت کردار اداکیا جاسکے۔یہی وہ چیز ہے جس کی بنیاد پر فقہاء نے نکاح میں کفو وہمسری اور یکساں اوصاف کو شرط کا درجہ دے دیا۔لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واقعی نکاح کے لئے کفو وہمسری شرط ہے؟ اور وہ کون سے اوصاف ہیں جن کااعتبار کیاجائے گا؟ او رکون سے اوصاف ایسے ہیں جن کا اعتبار نہیں کیا جائے گا؟ مزید یہ کہ کیا حسب نسب، پیشہ اور مال ودولت ان اوصاف میں شامل ہیں جن کا اعتبار کیا جانا چاہئے؟ یہی وہ سوالات ہیں جن کا جواب اس مقالہ کے اندر پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

**کفو کی تعریف:**

**لغت میں کفو([[12]](#footnote-12))** **:** برابری اور یکسانیت کو کہتے ہیں ، کہا جاتا ہے کہ فلاں انسان فلاں انسان کا کفو ہے ، یعنی اس کا ہمسر ہے ، کفو کے معنی ہم مثل کے ہوتے ہیں ، اسی سے اللہ کا یہ فرمان بھی ہے کہ: {وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ} [سورة الإخلاص:4]. ترجمہ: اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ۔

نیز اللہ کے نبی ﷐ کایہ ارشاد بھی اس معنی پر دلالت کرتا ہے: (مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور ان میں سے ادنی شخص بھی کسی کو امان دے سکتا ہے)([[13]](#footnote-13)) ۔یعنی تمام مسلمانوں کا خون یکساں ہے ، خون کے معاملہ میں مسلمانوں کے درمیان ادنی اور اعلی کا کوئی فرق نہیں ہے۔

**کفو کی اصطلاحی تعریف([[14]](#footnote-14)) :** شوہر کا بیوی کے ہمسر ہونا۔یہ دراصل خاص چیزوں میں میاں بیوی کے درمیان مساوات قائم رکھنے کے ہم معنی ہے ، دوسرے الفاظ میں کفو یہ ہے کہ مرد، اوصا ف وشمائل کے معاملے میں عورت کے ہم مثل ہو ، نہ کہ اس سے کمتر۔

**کیا نکاح میں کفو شرط ہے؟**

**اس سلسلے میں فقہاء کے دو آراء ہیں:**

**پہلی رائے :** علماء احناف میں سے ابو الحسن الکرخی اور جصاص، نیز سفیان ثوری اور حسن بصری کی رائے یہ ہے کہ بنیادی طور پر نکاح کے لئے کفو شرط نہیں ہے ، نہ ہی نکاح کی درستگی کے لئے اور نہ ہی نکاح کے لزوم کے لئے ، ان کے دلائل یہ ہیں:

۱-اللہ تعالی کا فرمان: { إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ} [سورة الحجرات:13].

ترجمہ: اور اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

۲-نبی ﷐ کی حدیث: ( لوگ کنگھے کے دانے کی طرح برابر ہیں ، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری نہیں ، برتری کا معیار صرف تقوی وپرہیزگاری ہے)۔

۳-اللہ تعالی کا ارشاد : { وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا} [سورة الفرقان:54].

ترجمہ: وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا۔

ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے درمیان پورے طور پر مساوات پائی جاتی ہے۔

۴-اللہ کے رسول ﷐نے بنی بیاضہ (قبیلہ) کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بچیوں سے ابوھند(قبیلہ) کی شادی کرائیں جوکہ حجام تھے ، آپ ﷐ نے فرمایا: (بنی بیاضہ کے لوگو ! ابوھند سے تم (اپنی بچیوں کی) شادی کراؤ اور ( ان کی بچیوں سے شادی کرنے کے لئے ) تم انہیں نکاح کا پیغام دو)([[15]](#footnote-15)) ۔

۵-حضرت بلال ﷛ نے کسی انصاری خاندان میں اپنا پیغام بھیجا ، لیکن انہوں نے شادی کرانے سے انکار کردیا، اس پر نبی ﷐نے فرمایا: انہیں کہو کہ اللہ کے رسول ﷐ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ اپنی لڑکی سے میری شادی کرادو)([[16]](#footnote-16)) ۔

کفو اور ہمسری نہ ہونے کے باوجود بھی نبی ﷐ نے شادی کرانے کا حکم دیا ، اگر کفو معتبر ہوتا تو آپ ہر گز اس کا حکم نہ دیتے اور بغیر کفو کے شادی کرانا غیر مامور بہ قرار پاتا۔

۶-ان فقہاء نے جرائم کے شرعی احکام ([[17]](#footnote-17)) کو بھی اپنی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ جس طرح ہر انسان کا خون برابر ہے ، شریف انسان کو رذیل انسان کے بدلے اور عالم کو جاہل کے بدلے قتل کیا جائے گا ، اسی طرح نکاح میں بھی برابری کا اعتبا ر نہیں کیا جائے گا، جب جرائم میں کفو کا کوئی معنی نہیں تو نکاح میں بدرجہ اولی یہ ایک بے معنی شیء ہے۔

**دوسری رائے: نکاح میں کفو شرط ہے:**

یہ جمہور فقہاء کی ([[18]](#footnote-18)) رائے ہے ، البتہ ان کے درمیان بھی اس بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے ، کچھ فقہاء کفو کو شرط لزوم مانتے ہیں تو کچھ اسے نکاح کی درستگی کے لئے شرط قرار دیتے ہیں ، لیکن حنابلہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ نکاح میں کفو شرط نہیں ہے ، اس رائے کے دلائل یہ ہیں:

۱-نبی ﷐ سے مروی یہ حدیث: " خبردار، عورتوں کی شادی صرف ان کے اولیاء ہی کرائیں اور ان کی شادی ان کے کفو وہمسر سے ہی کرائی جائے"([[19]](#footnote-19)) ۔

۲-علی ﷛ سے مروی ہے کہ نبی ﷐ نےان سے فرمایا: " علی! تین چیزوں میں دیر نہ کرو: نماز میں جب اس کا وقت ہوجائے ، جنازہ میں جب وہ آجائے اور بلا شوہر کی عورت (کے نکاح)میں جب تم اس کا کفو (مناسب ہمسر) پالو"([[20]](#footnote-20)) ۔

۳-عائشہ ﷞ کی روایت ہے کہ نبی ﷐ نے فرمایا : (اپنے نطفوں کے لئے نیک عورت کا انتخاب کرو، او راپنے برابر والوں سے نکاح کرو، او رانہی کو اپنی بیٹیوں کے نکاح کا پیغام دو)([[21]](#footnote-21))۔

 ۴-محمد سے کتاب الآثار میں مروی ہے ، وہ ابو حنیفہ سے اور وہ ایک (مبہم ) شخص سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے کہاکہ: ( میں حسب نسب والی خواتین کی شادی ان کے کفو اور ہمسر کے علاوہ کسی سے نہیں ہونے دوں گا)([[22]](#footnote-22)) ۔

۵- غزوہ بد ر کا واقعہ: (قریش کے تین شہسوار نکلے جو سب کے سب ایک ہی خاندان کے تھے۔ایک عتبہ بن ربیعہ اور دوسرا اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور تیسرا ولید بن عتبہ۔مقابلے کے لئے انصار کے تین نوجوان نکلے۔ایک عوف ﷛ ، دوسرے معاذ ﷛ ، یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے ، تیسرے عبد اللہ بن رواحہ﷛ ، قریشیوں نے کہا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا: ہم انصار کی ایک جماعت ہیں ۔قریشیوں نے کہا: آپ لوگ شریف مد مقابل ہیں لیکن ہمیں آپ سے سروکار نہیں۔ ہم تو اپنے چچیرے بھائیوں کو چاہتے ہیں۔ پھر ان کے منادی نے آواز لگائی: محمد (﷐) ہمارے پاس قوم کے ہمسروں کو بھیجو۔ رسول اللہ ﷐نے فرمایا: عبیدہ بن حارث ﷛!اٹھو۔حمزہ﷛ ! اٹھئے،علی ﷛ !اٹھو۔)([[23]](#footnote-23)) ۔

اس واقعہ سے دلیل پکڑتےہوئے احناف کہتے ہیں کہ: ( جب ہمسری وبرابری جنگ کے میدان میں قابل اعتبار ہوسکتی ہے جوکہ چند لمحات کے لئے منقعد ہوتی ہے ، تو بھلا اس کا اعتبار نکاح میں کیوں نہ ہو جب کہ نکاح زندگی بھر کے لئے کیا جاتا ہے)([[24]](#footnote-24)) ۔

۶-انہوں نے ایک عقلی دلیل بھی پیش کی ہے([[25]](#footnote-25)) ، کہتے ہیں کہ: (یہ یقینی بات ہے کہ عموما میاں بیوی کے معاملات اسی وقت بہتر ہوتے ہیں جب دونوں کے درمیان ہمسری او ربرابری پائی جاتی ہو، کیوں کہ شریف خاتون اپنے سے ادنی اور معمولی انسان کے ساتھ ہم بستر ی کے لئے آمادہ نہیں ہوسکتی)۔یہی صورت حال عورت کے سرپرستوں کے ساتھ بھی ہے ، ایسے لوگوں سے رشتہ مصاہرت کرنا ان کے لئے باعث عار ہوتا ہے جو جاہ وحشمت اور حسب نسب میں ان کے ہمسر نہ ہوں، اگر وہ کر بھی لیں تو رشتے میں دڑاڑ آجاتا ہے اور تعلقات کمزور پڑ جاتے ہیں ، کیوں کہ شوہر تو عام طور پر ہمسری کے فقدان سے متاثر نہیں ہوتا ، لیکن بیوی کے اوپر رسم ورواج کا بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔

**دلائل کا موازنہ اورترجیح:**

جن لوگوں نے کفو کو نکاح کے لئے شرط قرار دیاہے ، ا ن کے دلائل کا مناقشہ کرنے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱-جن دلائل سے انہوں نےاستدلال کیا ہے ، وہ سارے ضعیف ہیں، ان سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی ، امام الکمال بن الھمام کہتے ہیں کہ : ( یہ دلائل ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں ، کثرت اور شواہد کی بنیاد پر قابل احتجاج بن جاتے ہیں او ر ان کا مرتبہ حسن تک پہنچ جاتا ہے ،کیوں کہ گمان یہ ہے کہ ان احادیث کا معنی صحیح اور نبی ﷐سے ثابت ہے) ([[26]](#footnote-26)) ۔لیکن علم الحدیث میں یہ بات مشہور ہے کہ ضعیف احادیث شواہد کی وجہ سے اگر حسَن درجہ کو پہنچ جائے جسے حسن لغیرہ کہا جاتا ہے ، تو یہ ضروری ہے کہ یہ احادیث ایسی صحیح احادیث سے متصادم نہ ہوں جو صحت اور حسن میں ان سے زیادہ قوی ہوں ، یہا ں تک کہ حسن لذاتہ سے بھی اس کا تصادم نہیں ہونا چاہئے ، جب کہ زیر بحث مسئلہ میں ایسا نہیں ہے ، بلکہ جتنی بھی صحیح احادیث اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں ، وہ سب کے سب مذکورہ فریق کے دلائل کے مخالف ہیں ، اسی بناء پر ان دلائل سے استدلال کرنا باطل قرار پاتا ہے۔اس کی مزید تفصیل مقالہ کے اخیر میں پیش کی جائے گی۔

۲-غزوہ بد ر کے واقعہ سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ قیاس ہی بے محل ہے ، اس لئے کہ جنگ کے حالات جن صفات کے متقاضی ہوتے ہیں وہ نکاح کے لئے لازم نہیں ، نیز یہ کہ ہمسری دین کی نصرت کے لئے مطلوب ہے ، ہو سکتاہے کہ نبی ﷐ نے اس مصلحت سے ان کے مطالبہ کو پورا کردیا ہو کہ جاہلیت میں ان کے نزدیک بہادری کا جو معیار تھا ،اس کے مطابق دشمن کے ساتھ معاملہ کیا جائے ، تاکہ انہیں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ مسلمان ان سے خائف ہیں یا ان کے اندر بزدلی ہے ، نیز یہ کہ مسلمانوں کو بھی ایسا نہ لگے کہ نبی ﷐ اپنے اہل خانہ ا و رخاص لوگوں کوجنگ میں دشمنوں کے مقابلے کے لئے نہیں بھیجتے ، اگر نبی ﷐کو اس کا پورا اختیار دیا جاتا اور دشمنوں نے مطالبہ نہ کیا ہوتا تو ممکن تھا کہ آپ ﷐کا انتخاب کچھ اور ہوتا۔

۳-رہی بات ان کی عقلی دلیل کی تو اس کی بنیاد عرف پر ہے ، لیکن سوال یہ ہے کہ عرف کب معتبر ہوتا ہے اور کب اس کااعتبار نہیں ہوتا؟ کن حالات میں عرف کو شریعت کا درجہ دیا جاتا ہے؟ اصول فقہ میں یہ ایک معلوم سی بات ہے کہ عرف جب شریعت کے موافق ہو تو اس سے استدلال کرنا درست ہے ، اور جب وہ دین کے اصول ومبادی کے مخالف ہو تو اس کا اعتبار کرنا جائز نہیں ۔ اصول فقہ کی کتابوں میں آیا ہے کہ: (صحیح عرف وہ ہے جس سے لوگ متعارف ہوں اور اس سے کسی شرعی دلیل کی مخالفت نہ ہوتی ہو، نہ کوئی حرام کردہ چیز حلال ہوتی ہو اور نہ کسی واجب امر کا بطلان لازم آتا ہو، جہاں تک فاسد اور غیر معتبر عرف کی بات ہے تو اس سے مراد وہ عرف ہے جو لوگوں کے درمیان متعار ف تو ہو لیکن اس سے شریعت کی کسی دلیل کی مخالفت ہوتی ہو، حرام کی حلت اور وجوب کا بطلان لازم آتاہو)([[27]](#footnote-27)) ۔

چوں کہ زیر بحث مسئلہ میں عرف کو معتبر ماننے سے ان صحیح احادیث کی مخالفت لازم آتی ہے جن سے پہلی رائے کے قائلین نے استدلال کیا ہے ، اس لئے یہاں پر عرف کا اعتبار کرنا درست نہیں ہوگا۔

مذکورہ موازنہ کی رو سے پہلی رائے راجح قرار پاتی ہے کیوں کہ اس کے زیادہ تر دلائل ثابت شدہ اور صحیح ہیں۔

**وہ اوصاف جنہیں فقہاء نے کفو کے لئے شرط قرار دیا ہے :**

فقہاء نے کفو کے لئے بہت سے اوصاف کو شرط قرار دیا ہے ، منجملہ طور پر انہیں ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے:

دین-آزادی-نسب ( مقام ومرتبہ)-مال (فراخی)-پیشہ ( صنعت)-عیوب سے سلامتی (حالت)۔

علامہ حموی([[28]](#footnote-28)) نےکفو کے لازمی اوصاف کو ان اشعار میں قلم بند کیا ہے:

إن الکفاءۃ فی النکاح تکون فی ست لھا بیت بدیع قد ضبط

نسب وإسلام کذا حرفۃ حریۃ ودیانۃ مال فقط

ترجمہ: نکاح کے لئے چھ چیزوں میں کفو وہمسر ہونا ضروری ہے ، جنہیں ایک عمدہ شعر کے اندر ڈھال دیا گیا ہے۔نسب ، اسلام اور پیشہ۔آزادی ،دیانت اور مال ۔

حنفیہ کے نزدیک([[29]](#footnote-29)) مذکورہ تمام امور میں کفو ہونا ضروری ہے ، سوائے عیوب سے سلامتی کے ۔

شافعیہ کے نزدیک مذکورہ تمام امور میں کفو ہونا چاہئے ، تاہم خوشحالی ومالداری کے بارے میں ان کے یہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک دین، آزادی اور حالت (عیوب سے سلامتی ) کے معاملے میں کفو ہونا ضروری ہے۔

حنابلہ کے دو اقوال ہیں:

۱-عیوب سے سلامتی کے علاوہ تمام امور میں کفو ہونا شرط ہے۔

۲-دین اور مقام ومرتبہ (حسب نسب ) میں کفو ہونا ضروری ہے ۔ یہی ان کے نزدیک راجح بھی ہے۔

ذیل کے سطور میں تفصیل کے ساتھ ان فقہاء کے اقوال ، ان کے دلائل اور ان دلائل کا علمی مناقشہ پیش کیا جارہا ہے ، تاکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم یہ جان سکیں کہ کون سے اوصاف قابل اعتبار ہیں ؟ اور کون سے اوصاف ایسے ہیں جن کا اعتبار کرنا درست نہیں؟ ۔

**پہلا وصف:**

آزادی: یہ غلامی کی ضد ہے ، اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر غلام نہ ہو۔

شافعیہ کہتے ہیں کہ : ( غلام ، آزاد کے لئے کفو نہیں ہو سکتا ، اللہ تعالی کا یہ فرمان اس کی دلیل ہے: {ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا هَلْ يَسْتَوُونَ } [سورة النحل:75].

ترجمہ: اللہ تعالی ایک مثال بیان فرماتاہے کہ ایک غلام ہے دوسرے کی ملکیت کا ، جو کسی بات کااختیار نہیں رکھتا اور ایک اور شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے ، جس میں سے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا ہے ، کیا یہ سب برابر ہو سکتے ہیں؟

ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آزاد خاتون کے لئے یہ عار کی بات ہے کہ وہ کسی غلام کی ما تحتی میں رہے ، او ران دونوں کے درمیان کوئی مساوات وہمسری نہ ہو ، بریرہ کو جب غلام کی ماتحتی سے آزاد کر دیا گیا تو نبی ﷐نے انہیں اختیار دیا ، اس حدیث کی روسے جب کنیز خاتون کو آزادی ملنے کے بعد اختیار دیا جا سکتا ہے تو ایک آزاد خاتون کو نکاح کے وقت بدرجہ اولی اختیار دیا جانا چاہئے ، کیوں کہ جو اس سے شادی کرے گا اس کے اوپر بیوی اور اہل وعیال کے اخراجات عائد ہوں گے ، جنہیں خوشحال ومالدار انسان کی طرح کوئی غلام انسان ادانہیں کر سکتا)([[30]](#footnote-30)) ۔

شرط ِحریت کے سلسلے میں احناف کے یہاں تفصیل پائی جاتی ہے ، وہ کہتے ہیں :

(غلام کسی ایسی عورت کا ہمسر نہیں ہو سکتا جو اصلا آزاد ہو، اسی طرح آزاد کردہ غلام بھی مطلقا آزاد خاتون کا کفو نہیں ہوسکتا، وہ غلام جس کے والد کو غلامی سے آزاد کیا گیا ہو، اس عورت کا کفو نہیں ہوسکتا جس کے والدین اصلا آزاد ہوں ، اس کی وجہ یہ ہے کہ غلا می ، کفر کے آثار میں سے ایک اثر ہے اور اس میں ذلت وپستی کا معنی پایا جاتا ہے)([[31]](#footnote-31)) ۔

ا س معاملہ میں شافعیہ ان کے ساتھ ہیں ، وہ کہتے ہیں کہ: ( جو انسان پورے طور پر غلام ہو ، یا اس کا کچھ خاص حصہ غلام ہو ، یا وہ مکاتب (قسطوں پر آزا د ہونے والا) غلام ہو ، وہ کفو نہیں ہو سکتا ، حتى کہ آزاد کردہ کنیز کا بھی کفو نہیں ہوسکتا ، آزاد کردہ غلام ، آزاد کردہ کنیز کا کفو ہے ، وہ کسی مطلق آزا د خاتون کا کفو نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ مرتبہ میں اس سے ادنی ہے)([[32]](#footnote-32)) ۔

حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ : (آزادی کفو کے شروط میں سے ہے، غلام کسی آزاد عورت کا کفو نہیں ہوسکتا ، کیوں کہ جب بریرہ کو ایک غلام کی ماتحتی سے آزادی مل گئی تو نبی ﷐ نے انہیں اختیار دیا ، جب (بعد میں ) لاحق ہونے والی آزادی کی بناء پر اختیار دینا ثابت ہے تو اصلی آزادی کی بنا ء بدرجہ اولی اختیار دیا جانا چاہئے ، کیوں کہ غلامی بذات خود ایک نقص ہے اور اس کا نقصان بھی ظاہر ہے ، غلام اپنے مالک کے حقوق ادا کرنے میں اتنا مشغول ہوتا ہے کہ بیوی کے لئے وقت نہیں نکال پاتا ، بلکہ خود اپنے آپ کےلئے وہ معدوم کی حیثیت رکھتا ہے ، لیکن غلامی ، نکاح کی درستگی پر اثر انداز نہیں ہوتی ، کیوں کہ نبی ﷐ نے بریرہ سے فرمایاکہ : کاش تم اس سے رجوع کرلیتی۔انہوں نے کہا: کیا یہ آپ کا حکم ہے ؟ آپ نے فرمایا: میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔بریرہ نے کہا : مجھے اس کی حاجت نہیں )([[33]](#footnote-33)) ۔اس حدیث میں رجوع کرنےکا مطلب از سر نو نکاح کرنا ہے ، اس لئے کہ جیسے ہی بریرہ کو اختیار ملا ، اس کانکاح فسخ ہوگیا ، نیز یہ کہ نبی ﷐ کا یہ سفارش کرنا کہ بریرہ غلام سے نکاح کرے، اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح درست ہوگا۔)([[34]](#footnote-34)) ۔

گویا حنابلہ بھی شرط ِحریت کے سلسلے میں احناف اور شافعیہ کے ساتھ ہیں ، لیکن ان کا یہ بھی ماننا ہے کہ اگر یہ شرط نہ بھی پائی جائے تو بھی نکاح صحیح ہوگا۔نیز شافعیہ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ آزادی حقیقی ہونی چاہئے (نہ کہ لاحق شدہ) ، ان کایہ قول اس کی بیّن دلیل ہے: ( آزاد کردہ غلام کسی حقیقی آزاد خاتون کا کفو نہیں ہو سکتا ، کیوں کہ وہ اس سے کمتر ہے )([[35]](#footnote-35)) ۔

لاحق شدہ آزادی ( پہلے غلام ہو ، پھر آزاد کر دیا جائے ) کی وجہ سے مرد ، کسی (حقيقی) آزاد خاتون کے لئے کفو نہیں ہوسکتا ، امام سبکی ﷫ کہتے ہیں کہ: ( مصنف کا قطعی طور پر یہ کہنا کہ آزاد کردہ غلام، حقیقی آزاد خاتون کے لئے کفو نہیں ہو سکتا ، اس کی نہ تو عرف سے تائید ہوتی ہے اور نہ ہی کسی شرعی دلیل سے ، اس لئے اس مسئلہ میں توقف ہی کیا جائے گا)([[36]](#footnote-36)) ۔

گزشتہ تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ آزادی نکاح کے لئے شرط ہے ، یہی وجہ ہے کہ نبی ﷐ نے بریرہ کو اختیار دیا ، کیوں کہ آزادی حاصل ہونے کے بعد ان کے شوہر ان کے لئے کفو نہیں رہے تھے۔

**دوسرا وصف:**

مال: جسے بعض فقہاء نے خوش حالی سے بھی تعبیر کیا ہے۔

اس سے مراد شوہر کی مادی صورت حال اور اس کی مالی استطاعت ہے ، اسے مذہب حنابلہ نے ایک روایت میں ، بعض شافعیہ اور احناف نے کچھ تفصیلات کے ساتھ شرط قرار دیا ہے۔

شافعیہ کے یہاں خوش حالی کے معاملے میں اختلاف پایا جاتا ہے ، المجموع میں آیا ہے کہ: ( ہمارے مذہب کے علماء کے درمیان مالدار کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ کہتے ہیں کہ: اس کا اعتبار کیا جائے گا، اس لئے فقیر ونادار انسان مالدار عورت کا کفو نہیں ہوسکتا ہے، کیوں کہ سمرۃ کی روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷐نے فرمایا: ( حسب مال کو کہتے ہیں اور کرم سے مراد تقوی ہے) ([[37]](#footnote-37))۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فقیر کے اخراجات مالدار کے اخراجات سے کم ہوتے ہیں ۔یہ بعض شوافع کی رائے ہے۔جب کہ بعض یہ کہتے ہیں کہ: مالداری کا اعتبار نہیں کیاجائے گا کیوں کہ مال آنے جانے والی چیز ہے اور اخلاق ومروءت والے مال پر فخر نہیں کیا کرتے)([[38]](#footnote-38)) ۔

احناف کہتے ہیں کہ مال سے مراد: یا تو مالداری وخوش حالی ہے یا یہ کہ اس کے پاس مہر اور نان ونفقہ کی ملکیت ہو۔ان کا کہنا ہے کہ: ( امام ابو حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کی رائے ہے کہ مالداری میں کفو کا اعتبار کیا جائے گا ، اس لئے خوش حال وفارغ البال خاتون کےلئے وہ انسان کفو نہیں ہوگا جس کے پاس صرف مہر اور نان ونفقہ کی صلاحیت ہو، کیوں کہ لوگ مالداری وخوش حالی پر فخر کرتے ہیں اور فقر کو باعث عار سمجھتے ہیں۔ ابویوسف نے اس رائے کی مخالفت کی ہے ، وہ کہتے ہیں کہ: مالداری کا اعتبار نہیں کیاجائے گا کیوں کہ مال کو ثبات نہیں ، مال آنے جانے والی چیز ہے)([[39]](#footnote-39)) ۔حنفیہ کہتے ہیں کہ: ( مال ودولت میں کفو کا اعتبار کیا جائے گا ، اس کی حد یہ ہے کہ اس کے پاس مہر کی ملکیت اور نان ونفقہ کی صلاحیت ہو، مذہب حنفی کی ظاہری روایت کے مطابق یہ معتبر چیز ہے، چنانچہ جس کے پاس مہر کی ملکیت اور نان ونفقہ کی صلاحیت نہ ہو ، یا ایک ہو دوسرا نہیں ، تو وہ کفو نہیں ہو سکتا)([[40]](#footnote-40)) ۔

مالداری کے سلسلے میں امام احمد بن حنبل ﷫ کی دو روایتیں ہیں:

**ایک یہ کہ:** مالداری کفو کے لئے شرط ہے، کیوں کہ حدیث نبوی ﷐ہے : (حسب سے مراد مال ہے)([[41]](#footnote-41)) ۔ نیز یہ کہ : (دنیا میں لوگوں کے درمیان شرافت کا معیار یہ مال ہی ہے)([[42]](#footnote-42)) ۔مزید یہ کہ آپ ﷐ کو جب فاطمہ بنت قیس نے بتایا کہ معاویہ نے انہیں پیغامِ نکاح دیا ہے تو آپ نے فرمایا: (رہے معاویہ تو وہ غریب آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے)([[43]](#footnote-43)) ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر کی تنگ حالی خوش حال خاتون کے لئے نقصان کا باعث ہوتی ہے۔

**دوسری یہ کہ:**  مال داری کفو کے لئے شرط نہیں ہے، کیوں کہ فقر ومسکنت دین میں شرف کی بات ہے ، آپ ﷐ کی حدیث ہے کہ: (اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکین بنا کر فوت کر)([[44]](#footnote-44))۔نیز یہ کہ فقیر ی ومسکینی کو ئی دائمی چیز نہیں ہے ، بلکہ وہ ایسے ہی ہے جیسے بیماری وتندرستی، قابل اعتبار مالداری یہ ہے کہ انسان کے اندر نان ونفقہ کی قدرت پائی جاتی ہو)([[45]](#footnote-45)) ۔

**مناقشہ او رترجیح:**

جن فقہاء نے مال ودولت جوکہ خوش حالی ومالداری کے ہم معنی ہے، کو کفو کی شرط قرار دیا ہے ، ان کے دلائل کا علمی مناقشہ کرنے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱-ان کی پیش کردہ احادیث نبویہ ﷐ او ر آپ ﷐ کا معاویہ کو فقر سے موصوف کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ مالداری کفو کے لئے شرط ہے ، بلکہ فاطمہ بنت قیس نے جب آپ سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے محض نصح وخیر خواہی کی بنیاد پر ایسا کہا ، آپ کامقصد یہ تھا کہ ان کی شادی ایسے انسان سے ہو جو مہر کی ادائیگی کے ساتھ ہی ان کے نان ونفقہ کا بوجھ بھی اٹھا سکے ، یہ سچ ہے ، اس لئے یہ حدیث پہلی رائے سے متصاد م نہیں ہے بلکہ اس کی تائید کرتی ہے۔

۲-رہی بات ا س حدیث کی کہ : ( حسب سے مراد مال ہے) تو میرے خیال سے نبی ﷐ مال کو لوگوں کی حیثیت طے کرنے کا معیار نہیں بنا سکتے اور نہ ہی آپ ﷐ سے اس طرح کی کوئی بات ثابت ہے ، بلکہ اس حدیث سے آپ کا مقصود- واللہ اعلم- یہ بیان کرنا ہے کہ مال کو لوگوں نے اپنے درمیان حیثیت طے کرنے کا معیار بنالیا ہے نہ کہ شریعت نے مال کو ان کی حیثیت کا معیار بنایاہے، اس کی مزید وضاحت آپ ﷐کی اس حدیث سے ہوتی ہے: (دنیا میں لوگوں کے درمیان شرافت کا معیار یہ مال ہی ہے)۔

۳-جس عرف پر فقہاء نے اپنے حکم کی بنیاد رکھی ہے –وہ یہ کہ لوگ آپس میں مال ودولت کی بناء پر فخر کرتے ہیں –تو جان لینا چاہئے کہ یہ ناقابل قبول معیار اور فاسد عرف ہے ، کیوں کہ فقر کی وجہ سے اسلام نے کسی انسان کو حقیر نہیں کہا ہے ، بلکہ روئے زمین کی افضل ترین مخلوق محمد ﷐ نے بھی فقیری کی زندگی گزاری ، جب آپ﷐ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ گروی رکھی ہوئی تھی ، فقر کبھی بھی باعث عار نہیں رہا ، بلکہ آپ ﷐ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ: (اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکین بنا کر فوت کر)۔

**اس بناء پر یہ قول راجح قرار پاتاہے کہ کفو کے لئے مال شرط نہیں ہے۔**

**تیسرا وصف:**

 **حرفت وپیشہ:** جسے حنابلہ نے صنعت سے تعبیر کیا ہے، اس سے مراد ہر وہ کام ہے جسے انسان کسب معاش کے لئے اختیار کرتا ہے، جیسے زراعت وکاشت کاری، یا صنعت وحرفت اور تجارت ونوکری وغیرہ۔

حرفت میں کفو ہونے کامطلب یہ ہے کہ مرد پیشہ میں اپنے خسر کا ہمسر یا اس کے قریب ہو۔شافعیہ نے اس وصف کو شرط قرار دیا ہے ، حنابلہ کے نزدیک ایک روایت میں یہ شرط ہے جب کہ احناف کے یہاں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، شوافع کفو کے بیان میں کہتے ہیں کہ : (پیشہ : کمتر پیشہ ور اپنے سے بلند پیشہ ور کے لئے کفو نہیں ہو سکتا ، چنانچہ جھاڑو دینے والا، حجام ، چوکیدار اور بھنگی کسی درزی یا پارچہ فروش کی بیٹی کے لئے کفو نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی درزی ، تاجر یا بزاز کی بیٹی کے لئے کفو ہو سکتا ہے ، اور نہ یہ دونوں کسی عالم یا قاضی کی بیٹی کے لئے کفو ہوں گے )([[46]](#footnote-46)) ۔

اس مسئلہ میں حنابلہ کی دو روایتیں ہیں :

 ایک یہ کہ : پیشہ کفو کے لئے شرط ہے ، کمتر پیشہ ور جیسے پارچہ باف، حجام ، چوکیدار، بھنگی ، چمڑیا، دلال،اور کوڑا چننے والا ، اصحاب مروت یا بڑے پیشہ وروں جیسے تاجر اور بلڈر کی بیٹی کے لئے کفو نہیں ہوسکتے، کیوں کہ عرف عام میں ان پیشوں کو ایک نقص سمجھا جاتا ہے ، گویا یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی کے اندر نسب کے معاملہ میں نقص پائی جاتی ہو۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ : (عرب ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں سوائے پارچہ باف اور حجام کے )([[47]](#footnote-47)) ۔امام احمد ﷫ سے دریافت کیا گیا کہ : آپ اس حدیث سے کیسے استدلال کرتے ہیں ، حالانکہ آپ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے ، انہوں نے کہا: عمل اسی پر ہے، یعنی یہ حدیث عرف عام کے موافق ہے، حنابلہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ: پیشہ کوئی نقص نہیں ہے)([[48]](#footnote-48)) ۔

ابو حنیفہ ﷫ سے مروی ہے کہ : (حقیقت میں یہ ایک غیر معتبر چیز ہے ، جب کہ ابویوسف ﷫ کے نزدیک یہ ایک معتبر وصف ہے ، حتی کہ دباغت پیشہ ، حجام، پارچہ باف اور بھنگی، پارچہ فروش اور عطر فروش کی بیٹی کے لئے کفو نہیں ہوسکتا)([[49]](#footnote-49)) ۔

**مناقشہ اور ترجیح:**

جن فقہاء نے حرفت وپیشہ کو کفو کے لئے شرط قراردیا ہے ، ان کے دلائل کا علمی جائزہ لینے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱-جس حدیث سے حنابلہ نے کفو میں پیشہ کو قابل اعتبار وصف ثابت کرنے کے لئے استدلال کیا ہے ، دراصل اس سے دلیل پکڑنا جائز ہی نہیں ہے ، کیوں کہ وہ ایک موضوع حدیث ہے۔

۲-پیشہ کو کفو کے لئے قابل اعتبار وصف کہنے والے فقہاء نے جس عرف کو بطو ر حجت پیش کیا ہے ، وہ ایک فاسد عرف ہے جس پر عمل کرنا درست نہیں ، کیوں کہ اس سے شریعت کی مخالفت ہوتی ہے ، شریعت نے پیشہ کو اعلی او رادنی میں تقسیم نہیں کیا ہے، بلکہ یہ عہد قدیم اور دور جدید کے جاہلیت پسندوں کا من گھڑت عر ف ہے ، اسلام تمام پیشوں کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے ، خواہ اس کی نوعیت جو بھی ہو، بشرطیکہ وہ پیشہ شریعت کے دائرہ میں ہو، محرمات میں سے نہ ہو اور نہ ہی کسی گناہ کا پیش خیمہ او رسبب ہو، نبی کریم ﷐ نے محنت و مزدوری اور ہاتھ کی کمائی کی تعریف فرمائی ہے ، آپ ﷐ کا ارشاد ہے: ( انسان جو کھانا بھی کھاتا ہے ، اس میں سب سے بہتر کھانا وہ ہے جو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہے ، اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے) ([[50]](#footnote-50)) ۔ حضرت داؤد علیہ السلام لوہار تھے ، اسی طرح بیشتر انبیاء کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم کسی نہ کسی پیشہ سے جڑے ہوئے تھے ۔

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے ، عیسی علیہ السلام بھی پیشہ سے بڑھئی ہی تھے ، ہمارے نبی ﷐ نے بکریاں چرائی اور آپ فرمایا بھی کرتے تھے کہ: ( کوئی بھی نبی ایسا نہیں جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہو)۔ان پیشوں کی وجہ سے ان کی شان ومنزلت اور سماجی قدر وقیمت میں کوئی کمی نہیں آئی ، نبی ﷐ نے زمانہ جاہلیت کے اسی عرف کے خاتمہ کے لئے بنی بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ ابو ھند سے اپنی بیٹیوں کی شادی کرائیں جو کہ پیشہ سے حجام تھے ۔اس کا تفصیلی ذکر کفو کے بیان میں گزر چکا ہے۔آپ ﷐ نے اپنی قولی وعملی دونوں سنتوں کے ذریعہ پیشہ حجامت سے متعلق ان کانظریہ تبدیل فرمایا۔

 مذکور ہ تفصیلات کی روشنی میں ابو حنیفہ ﷫ کی یہ رائے جو کہ امام احمد بن حنبل ﷫ کی بھی دوسری روایت ہے ، راجح قرار پاتی ہے کہ کفو کے لئے پیشہ ایک غیر معتبر وصف ہے ، کیوں کہ اس کی کوئی صحیح دلیل سنت نبویہ سے ثابت نہیں ہے ،بلکہ صحیح حدیث سے جو رائے ثابت ہوتی ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

**چوتھا وصف:**

عیوب سے سلامتی جسے مالکیہ نے حالت سے تعبیر کیا ہے:

اس کا مطلب یہ ہے کہ : شوہر ایسے جسمانی عیوب سے محفوظ ہو جو شریک حیات کے لئے ضرر رساں ہوں ، جیسے کوڑھ ، جنون اور برص وغیرہ کی بیماریاں ، یہ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ایک معتبر شرط ہے۔

کفو میں شافعیہ نے جن اوصاف کی شرط لگائی ہے ، ان میں یہ بھی ہے کہ : ( ایسے عیوب سے محفوظ ہو جو نکاح میں اختیار کے ضامن ہوتے ہیں ، اس لئے جو انسان جنون، کوڑھ یا برص جیسی بیماریوں کا شکار ہو وہ ایسی عورت کے لئے کفو نہیں ہو سکتا جو ان بیماریوں سے محفوظ ہو، کیوں کہ نفس ایسے انسان کی صحبت ومعاشرت سے نفرت کرتی ہے جس کے اندر اس طرح کی کوئی بیماری ہو اور اس سے نکاح کے مقصد میں بھی خلل پیدا ہوتا ہے)([[51]](#footnote-51)) ۔

رہی بات مالکیہ کی تو : (انہوں نے عیوب سے سلامتی کو شرط قرار دیا ہے ، خواہ بغیر اختیار کے ہی کیوں نہ ہو ، کہتے ہیں کہ : اس سے مراد مرد اور عورت کے درمیان صفاتِ کمال میں برابر ی اورمساوات قائم رکھنا ہے)([[52]](#footnote-52)) ۔حنفیہ اور حنابلہ نے عیوب سے سلامتی کو کفو کے لئے قابل اعتبار شرط نہیں مانا ہے ، لیکن ان کے نزدیک عیوب کی بنیاد پر عورت کو اختیار دیا جائے گا ، نہ کہ اس کے سرپرست اور ولی کو۔

حنابلہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ( عیوب سے سلامتی کفو کے شروط میں سے نہیں ہے، اس لئے اس بابت کوئی اختلاف نہیں کہ اگر یہ شرط نہ پائی جاتی ہو تو نکاح باطل نہیں ہوگا،تاہم ان عیوب کی بناء پر عورت کو اختیار دیا جائے گا،لیکن اس کے سرپرست اور ولی کو نہیں)([[53]](#footnote-53)) ۔

میرے نزدیک حنابلہ کی رائے ہی راجح ہے ، وہ یہ کہ معاملہ عورت کے سپرد کر دیا جائے او راسے یہ اختیار دیا جائے کہ چاہے تو اس شرط کو باقی رکھے ، چاہے تو ساقط کردے ، کیوں کہ اس کا نقصان اسی کو اٹھانا ہے۔

یہ رائے اس لئے بھی راجح ہے کہ دوسری رائے کے قائلین کے پاس کتاب وسنت کی کوئی دلیل نہیں ، اس لئے عورت کو اختیار دینا ہی درست ہے۔

**پانچواں وصف:**

**نسب:** جسے حنابلہ نے مقام ومرتبہ سے تعبیر کیا ہے۔

اس سے مراد : اپنے آباء واجداد سے انسان کی رشتہ داری اور تعلق ہے۔اسے مالکیہ کے علاوہ تمام جمہور فقہاء نے شرط قرار دیا ہے، اسے معتبر ماننے کی بنیادی وجہ وہ عرف ہے جس نے حسب نسب او رخاندانی رشتہ داری کو لوگوں کے درمیان فخر ومباہات ، فضیلت وبرتری ، عار وشرمندگی اور تعریف وتنقیص کا معیار بنادیاہے ۔

شافعیہ کہتے ہیں کہ: عجمی انسان عربی خاتون کے لئے کفو نہیں ہو سکتا ، نہ قریشی عورت کے لئے کوئی غیر قریشی کفو ہو سکتا ہے ، اسی طرح ہاشمی اور مطلبی خاتون کے لئے غیر ہاشمی اور غیر مطلبی مرد کفو نہیں ہو سکتا ، گویا ان کے نزدیک نسب کفو کے لئے شرط ہے، شوہر کے نسب نامہ کے بالمقابل عورت کا حسب نسب زیادہ اشرف واعلى ہو ، کیوں عربوں میں حسب نسب نہایت ہی فخر کی چیز ہے ، نسب میں آباء واجداد کا اعتبار کیا جاتا ہے ، اس لئے جو انسان باپ کی طرف سے عجمی ہو لیکن ماں کی طرف سے عربی، تو وہ کسی ایسی عورت کے لئے کفو نہیں ہو سکتا جو باپ کی طرف سے عربی ہو، خواہ اس کی ماں عجمی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے عربوں کو دوسروں پر فوقیت دی ہے ، اسی طرح قریشیوں کو دیگر عربوں پر فضیلت دی ہے ، اس لئے کوئی غیر قریشی کسی قریشی خاتون کے لئے کفو نہیں ہو سکتا ، یہ روایت اس کی تائید کرتی ہے کہ : ( قریش کو مقدم رکھو اور ان سے آگے مت بڑھو)([[54]](#footnote-54)) ۔ ہاشمی اور مطلبی کے لئے بھی کوئی غیر ہاشمی اور غیر مطلبی کفو نہیں ہو سکتا ، مثلا بنی عبد شمس اور بنی نوفل، اگر چہ یہ دونوں بھی ہاشم کے برادران ہی ہیں ، جیسا کہ صحیح مسلم میں آیا ہے کہ :( اللہ تعالی نے عربوں میں سے بنی کنانہ کا انتخاب فرمایا ، بنی کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنی ہاشم کومنتخب فرمایا([[55]](#footnote-55)) )([[56]](#footnote-56)) ۔

حنابلہ: (نسب کو کفو میں معتبر وصف کے طور پر دیکھتے ہیں ، ان کی دلیل حضرت عمر ﷛ کا یہ اثر ہے : (میں عالی حسب نسب والی خواتین کی شرمگاہوں کو ان کے کفو کے علاوہ کسی اور کے لئے ہر گز حلال نہیں ہونے دوں گا) ۔راوی کہتے ہیں کہ : میں نے ان سے دریافت کیا : کفو سے مراد کون ہیں؟ حضرت عمر ﷛ نے جواب دیا: جو حسب نسب میں ان کے ہمسر ہوں)([[57]](#footnote-57)) ۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ عرب حسب نسب میں کفو کا اعتبار کرتے ہیں ، موالی ( غلاموں) سے اپنی بچیوں کی شادی کرانے میں کسر شان سمجھتے ہیں ، بلکہ اسے اپنے لئے نقص اور شرم وعار کی بات سمجھتے ہیں ، جب کفو بولا جائے تو اسی معنی پر اسے محمول کرنا ضروری ہے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہے۔)([[58]](#footnote-58)) ۔

امام احمد بن حنبل ﷫ سے دو روایتیں مروی ہیں :

پہلی روایت: قریشی کے لئے کوئی غیر قریشی عرب او ربنی ھاشم کے لئے ان کے علاوہ کوئی کفو نہیں ہوسکتا، یہ قول بعض شافعیہ کا بھی ہے ، ان کی دلیل نبی ﷐ کی یہ حدیث ہے کہ : (اللہ نے اسماعیل کی اولاد میں سے بنی کنانہ کا انتخاب فرمایا...) امام شافعی کے قول میں یہ حدیث گزر چکی ہے ، ایک دلیل یہ بھی ہے کہ : اللہ کے رسول ﷐ کے ذریعہ عربوں کو دیگر تمام اقوام پر فضیلت وبرتری عطا کی گئی ، تما م عربوں میں قریش اور تمام قریش میں بنی ہاشم کو بطور خاص یہ خصوصیت وفضیلت حاصل ہوئی۔

امام احمد بن حنبل ﷫ کی دوسری روایت یہ ہے کہ: عرب آپس میں ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں اور عجم باہم ایک دوسرے کے لئے ([[59]](#footnote-59)) ۔

گویا ان کی پہلی روایت یہ ہے کہ قریش کا کوئی غیر قریشی کفو نہیں ہو سکتا ، جب کہ دوسری روایت یہ ہے کہ عرب کے لئے غیر عربی کفو نہیں ہوسکتا، چنانچہ دونوں ہی روایتوں کے مطابق نسب ان کے نزدیک کفو کے لئے ایک لازمی وصف ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ: (کفو کا اعتبار کیا جائے گا کیوں کہ عموما میاں بیوی دونوں جب ہمسر ہوتے ہیں تب ہی معاملات منتظم اور بہتر ہوتے ہیں ، اعلی خاند ان اور بلند حسب نسب کی خاتون کسی معمولی اور کمتر انسان کے ساتھ مباشرت کرنے سے نفرت کرتی ہے ، اس لئے خاتون کی ہمسری کا اعتبار کرنا ضروری ہے ، برخلاف شوہر کے ، اس لئے کہ شوہر اپنے اختیار سے بیوی منتخب کرتا ہے ، بیوی اگر اس سے کمتر اور ادنی بھی ہو تو اسے خاص فرق نہیں پڑتا ، اگر عورت اپنی پسند سے کسی غیر ہمسر ( جو اس کے لئے کفو نہیں ہو) سے شادی کر لے تو اس کے اولیاء کو یہ اختیار ہوگا کہ خاندان سے شرم وعار کو دفع کرنے کے لئے ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دے۔ نیز نسب میں کفو کا اعتبار اس لئے بھی ہوتا ہے کہ یہ باعث افتخار بھی ہے ، چنانچہ قریش کے لئے قریشی ہی کفو ہوگا اور عربی کے لئے عربی ۔ اس سلسلے میں نبی ﷐ کی یہ حدیث اساس اور اصل کی حیثیت رکھتی ہے: ( قریش کی شاخیں آپس میں ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں ، عرب کے قبیلے باہم ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں ، موالی (غلام) آپس میں ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں ([[60]](#footnote-60)) )([[61]](#footnote-61)) ۔

**مناقشہ اور ترجیح:**

کفو میں نسب کی شرط کے تعلق سے فقہاء کے یہ منجملہ اقوال تھے ، ان کا جائزہ لینے اوران کے دلائل میں غور وخوض کرنے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں :

۱-نبی ﷐ کی حدیث : (قریش کو مقدم رکھو او ران سے آگے نہ بڑھو....) ایک عام حدیث ہے ، جس کا مقصد امامت اور خلافت میں ان کو مقدم رکھنا ہے ، اس سے مطلق طور پر یہ نہیں سمجھ میں آتا ہے کہ " نکاح کے لئے نسب میں کفو ہونا شرط ہے" ۔

۲-حدیث : (اللہ نے عربوں میں سے بنی کنانہ کا انتخاب فرمایا...) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ نے بنی کنانہ کا ، پھر قریش کا انتخاب فرمایا تاکہ نبی ﷐ کا انتخاب عمل میں آسکے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: {اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ} [سورة الحج:75].

ترجمہ: اللہ فرشتوں میں سے اپنے پیغام پہنچانے والے چن لیتا ہے، اور انسانوں میں سے بھی ، بے شک اللہ خوب سننے والا ، خوب دیکھنے والا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی انبیاء کو ان کی قوم کے سب سے عالی نسب خاندان میں مبعوث فرماتا ہے۔یہ حدیث بھی اس پر دلالت نہیں کرتی کہ کفو کے لئے نسب شرط ہے ۔امام شوکانی نکاح کے لئے کفو کی شرط کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ( امام بیہقی نے نبی ﷐ کی حدیث: ( اللہ نے عربوں میں بنی کنانہ کا انتخاب فرمایا....) سے استدلال کرتے ہوئے نسب کو کفو کے لئے شرط قرار دیا ہے، یہ حدیث صحیح ہے اور امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے، لیکن استدلال قابل غور ہے )([[62]](#footnote-62)) ۔

3-عمر ﷛ کی حدیث (میں عالی نسب خواتین کی شرمگاہوں کو ان کے ہمسروں کے علاوہ کسی او ر کے لئے ہر گز حلال نہیں ہونے دوں گا) ضعیف ہے ، اس سے استدلال کرنا درست نہیں ، شافعی ﷫ کہتے ہیں کہ : ( کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ کفو ہونے کے لئے نسب میں ہمسر ہونا ضروری ہے)([[63]](#footnote-63)) ۔

۴-رہی بات حنفیہ کے اس قول کی کہ : (شریف خاندان کی عالی نسب لڑکی کسی ادنی اور معمولی انسان کے ساتھ مباشرت کرنے سے نفرت کرتی ہے ) تو انہیں یہ وضاحت کرنا چاہئے کہ انسان کو اعلی اور ادنی ، شریف او ررذیل کے زمرے میں تقسیم کرنے کے لئے ان کے پاس کیا قاعدہ کلیہ او رمعیار ومیزان ہے؟ کیا اس کے لئے لوگوں کی خود ساختہ میزان اور ان کا عرف ہی ان کے نزدیک معتبر ہے؟ خواہ وہ میزان شریعت کے مخالف ہی کیوں نہ ہو؟ یا لوگوں کی حیثیت متعین کرنے کے لئے اسلام کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے؟ جس نے تمام انسانوں کو برابر ی کا درجہ دیا ہے ۔امام بخاری اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: باب: کفائت میں دینداری کا لحاظ ہونا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:{ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا} [سورة الفرقان:54].

ترجمہ: وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا ، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا۔

یہ آیت ذکرکرنے کے بعد امام بخاری ( حضرت عائشہ ﷞ سے مروی ) یہ حدیث ذکر کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ ﷛ نے اپنے غلام (لے پالک بیٹے ) سالم کے شادی اپنی بھتیجی –بھائی کی بیٹی - سے کرائی)([[64]](#footnote-64)) ۔

اسلام کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مساوات کی دعوت دیتا ہے ، قومی اور نسلی تعصب کی بنیاد پر باہمی افتراق وانتشار پیدا کرنے کے خلاف اعلان جنگ کرتا اور زمانہ جاہلیت کی تمام پکاروں کا جڑ سے خاتمہ کرتا ہے ، اللہ فرماتا ہے: {يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ} [سورة الحجرات:13].

ترجمہ: اے لوگو ! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنادئے ہیں ، اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔

اس طرح اللہ نے آپسی فضیلت وبرتری کا معیار صرف تقوی کو بنایا ہے ، سفیان ثوری کی رائے ملاحظہ کریں ، وہ کہتے ہیں کہ: (کفو میں نسب کا لحاظ نہیں کیا جائے گا ، کیوں کہ رسول اللہ ﷐ کی اس حدیث کی روشنی میں تمام انسان برابر ہیں : (الناس سواسیۃ....)([[65]](#footnote-65)) ۔

۵-رہی بات شافعیہ کے اس قول کی کہ : نسب کی شرطیت کی وجہ یہ ہے کہ ( عربوں میں نسب نہایت ہی فخر ومباہات کی بات ہے ) اور حنفیہ کے اس قول کی کہ: ( کفو کے لئے نسب کا لحاظ اس لئے کیا جائے گا کہ یہ عربوں میں مایہ فخر ہے ) ۔ تو کیا عربوں کو یہ اجازت اور آزادی حاصل ہے کہ وہ جیسے چاہیں فخر کریں؟ یا انہیں ان تمام چیزوں سے باز آجانا چاہئے جو جاہلیت میں فخر ومباہات کا ذریعہ تھیں –مثلا حسب نسب پر فخر کرنا-اور اللہ کے حکم کا تابع ہوجاناچاہئے ، کیوں کہ اللہ نے ہمیں فخر ومباہات کرنے ، دوسروں کو عیب لگانے اور ان کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا ہے،اللہ فرماتا ہے : {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ} [سورة الحجرات:11].

ترجمہ: اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اورنہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں ، اورآپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ، اور نہ کسی کو برے لقب دو۔ ایمان کے بعد فسق برا نام ہے ، اور جو تو بہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔

اس آیت میں لوگوں کے سامنے فخر کا اظہار کرنے اور انہیں ناپسندیدہ القاب سے پکارنے کی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے ، کیوں کہ انسان ، خواہ وہ جس درجے کا بھی انسان ہو، وہ یہ ناپسند کرتا ہے کہ اسے ذلت وحقارت سے متصف کیا جائے ، ہر انسان اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھتا ہے اور ہر قبیلہ اس خوش فہمی میں ہے کہ وہ سب سے بہتر اور اعلی واشرف قبیلہ ہے ، نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ صورت حال ہر جگہ مشہور ہے اور اپنے پر پھیلا چکی ہے ، یہ دراصل جاہلیت کی ان پکاروں میں سے ہے جن سے نبی ﷐نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، آپ ﷐ کا ارشاد ہے: ( اے مسلمانو! اللہ کاخوف کھاؤ، کیا تم میری موجود گی میں جاہلیت کی پکار لگانے لگے ، حالانکہ اللہ نے تمہیں دین اسلام کی ہدایت دی ، اس کے ذریعہ تمہیں عزت ووقار عطا کیا ، تم سے جاہلیت دور فرمادی ، تمہیں کفر سے نجات بخشا اور تمہارے دلوں میں باہمی الفت ومحبت پیدا کر دی)([[66]](#footnote-66)) ۔ آپ ﷐ نے یہ اس وقت ارشاد فرمایا جب اوس وخزرج کے درمیان نزاع پیدا ہوگیا اور وہ ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کرنے لگے اور قریب تھا کہ شاس بن قیس یہودی کی سازش کے نتیجے میں ان کے درمیان لڑائی چھڑجائے۔اگر لوگوں کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ جیسے چاہیں لوگوں کی حیثیت متعین کرتے رہیں ، تو سارے معیار درہم برہم ہو جائیں گے ، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: {وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ} [سورة المؤمنون:71]. ترجمہ: اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے۔

لیکن حق ہمیشہ حق بن کر ظاہر رہتا ہے جیسا حق تبارک وتعالی کی مشیئت ہوتی ہے۔لوگوں نے دوسروں کی حیثیات متعین کرنے کے لئے جو خودساختہ میزان وپیمائش قائم کررکھی تھی اور صحابہ کے اندر زمانہ جاہلیت کی باقیات کے سلسلے میں جو غلط فہمیاں رہ گئی تھیں ، ان کی اصلاح کے لئے نبی ﷐ مسلسل رہنمائیاں فرمایا کرتے تھے ، اس سلسلے میں آپ کی ایک رہنمائی یہ بھی ہے جسے امام بخاری نے سہل بن سعد الساعدی سے روایت کیا ہے ، وہ کہتے ہیں کہ: ( ایک صاحب رسول اللہ ﷐کے پاس سے گزرے ، نبی کریم ﷐ نے اپنے پاس موجود صحابہ سے پوچھا کہ یہ کیسا شخص ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام بھیجے تو اس سے نکاح کیا جائے ، اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے ، اگر کوئی بات کہے تو غور سے سنی جائے۔سہل نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷐اس پر خاموش رہے۔پھر ایک دوسرے صاحب گزرے ، جو مسلمانوں کے غریب اور محتاج لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے ۔ نبی کریم ﷐ نے دریافت فرمایاکہ: اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ اس قابل ہے کہ اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے ۔اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے ۔آپ ﷐ نے اس پر فرمایاکہ: یہ شخص پہلے شخص سے بدرجہا بہتر ہے)([[67]](#footnote-67)) ۔اس طرح آپ ﷐ نے اس فکری کجی کی تصحیح فرمائی جو اس وقت جاہلیت میں متعارف تھی اور اب بھی دور جدید کی جاہلیت میں متعارف ہے کہ لوگ ظاہری شکل وصورت ، مقام ومرتبہ اور مال ودولت کی بنیاد پر لوگوں کی حیثیت متعین کرتے ہیں ، آپ ﷐ نے یہ وضاحت فرمائی کہ ظاہری شکل وصورت کی کوئی قیمت نہیں ہے ، اصل معیار تقوی اور پرہیز گاری ہے ، نبی ﷐ کی اس عمدہ رہنمائی میں مسلمانوں کے لئے اس بات کا عندیہ موجود ہے کہ وہ لوگوں کی حیثیت متعین کرنے میں اس اصول پر ہی کاربند رہیں اور سماج کے سطحی معیار سے صرف نظر کریں۔آپ ﷐ کی یہ حدیث اس کی مزید تاکید کرتی ہے: (جب آپ ﷐ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ باعزت انسان کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تم میں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔) ([[68]](#footnote-68)) ۔

۶-جس دلیل کی بنیا د پر احناف نے نسب کو کفو کے لئے شرط ثابت کیا ہے وہ یہ ہے : (قریش آپس میں ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں ....) ، لیکن یہ رسول اللہ ﷐ کی حدیث نہیں ہے ، بلکہ ایک من گھڑت روایت ہے جسے روایت کرنا اور اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے ، امام کاسانی ﷫ اس حدیث کو ذکر کرنے او ر اس کی شرح کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: ( لیکن شریعت نے اس فضیلت کو نکاح کے باب میں نا قابل اعتبار شمار کیا ہے، یہ ہمیں اللہ کے رسول ﷐کی سنت اور صحابہ کرام ﷡ کے اجماع سے معلو م ہوتا ہے)([[69]](#footnote-69)) ۔

نبی کریم ﷐نے اپنی دو صاحبزادیوں کی شادی حضرت عثمان ﷛ سے کرائی، نیز آپ نے اپنی صاحبزادی زینب﷞ کی شادی عاص بن الربیع سے کرائی ، اور یہ مشہور سی بات ہے کہ عثمان اور عاص دونوں ہی بنی عبد شمس سے تھے ([[70]](#footnote-70)) ۔

حضرت علی ﷛ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کی شادی حضرت عمر ﷛ سے کرائی ، جب کہ ام کلثوم قبیلہ قریش کی شاخ بنی مطلب سے تھیں اور عمر بنی عدی سے تھے([[71]](#footnote-71))۔

نبی ﷐ نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کی شادی جوکہ قریشیہ تھیں ، زید بن حارثہ سے کرائی جوکہ غلام تھے ([[72]](#footnote-72)) ، اور اسامہ بن زید کی شادی فاطمہ بنت قیس سے ہوئی جو کہ قریشیہ تھیں،([[73]](#footnote-73)) صنعانی کہتے ہیں کہ : ( فاطمہ قبیلہ قریش کی شاخ بنی فہر سے تھیں ، وہ ضحاک بن قیس کی بہن ہیں ، ان کا شمار پہلے پہل ہجرت کرنے والی صحابیات میں ہوتا ہے ، وہ حسن وجمال اور فضل وکمال سے مالا مال تھیں) ([[74]](#footnote-74))۔

ابوبکر نے اپنی بہن ام فروۃ کی شادی اشعث بن قیس سے کرائی ، جوکہ قبیلہ کندہ سے تھے([[75]](#footnote-75)) ۔

امام بخاری نے اپنی صحیح کے اندر (باب کفائت میں دین داری کالحاظ) میں ضباعۃ بنت الزبیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: (وہ مقداد بن الأسود کے ماتحت تھیں )۔ابن حجر کہتے ہیں کہ: مقداد سے مراد ابن عمرو الکندی ہیں ، وہ اسود بن عبد یغوث الزھری کی طرف اس لئے منسوب کئے جاتے ہیں کیوں کہ انہوں نے مقداد کو لے پالک بیٹا بنا لیا تھا ، وہ قریش کے حلیف تھے اور ان کی شادی ضباعۃ سے ہوئی تھی جوکہ بنی ہاشم سے تھیں۔اگر کفائت میں نسب غیر معتبر وصف نہیں ہوتا تو ان کے لئے یہ قطعی جائز نہیں تھا کہ وہ ضباعۃ سے شادی کریں جو کہ نسب میں ان سے اعلی و برتر تھیں)۔عربوں میں یہ ایک ناپسندیدہ اور معیوب بات تھی کہ بنی ہاشم کی کوئی خاتون اپنے سے ادنی حسب نسب والے شخص سے شادی کرے ، چہ جائے کہ لے پالک سے اس کی شادی ہو، اس سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جدید اقدار وروایات کو فروغ دینے اور سماجی تعلقات میں بنیادی تبدیلیاں لانے میں اسلام کی قوت کس قدر سر چڑھ کی بول رہی تھی ۔ ابن حجر﷫ مزید لکھتے ہیں کہ: (جن کے نزدیک کفو کے لئے نسب ایک مشروط وصف ہے ، وہ اس واقعہ کا یہ جواب دے سکتے ہیں کہ چونکہ ضباعۃ اور ان کے اولیاء اس رشتہ سے راضی تھے اس لئے کفو کے تعلق سے ان کا یہ حق ساقط ہوگیا ، لیکن یہ جواب اس وقت درست مانا جاتا جب کہ کفو میں نسب کا لحاظ کرنا فی نفسہ ثابت ہوتا ) جو کہ ثابت ہی نہیں ہے ، اس لئے یہ ایک بے بنیاد استدلال کی حیثیت رکھتا ہے ۔

اسی طرح ہالۃ بنت عوف جوکہ عبد الرحمن بن عوف ﷛ کی بہن تھیں ، کی شادی حضرت بلال ﷛ سے ہوئی تھی([[76]](#footnote-76)) ۔

دلائل کا علمی مناقشہ کرنے اور ان کا بغور جائزہ لینے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ "نسب" کفو کے لئے ایک ناقابل اعتبار وصف ہے ، کیوں کہ اس تعلق سے کوئی دلیل ثابت اور صحیح نہیں ، ابن تیمیہ ﷫ اس کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: (ان امور سے متعلق نبی ﷐ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ، بلکہ آپ ﷐کا ارشاد ہے : (اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت کو ختم کر دیا ہے ، اب تو لوگ مومن ومتقی ہیں یا فاجر وبدبخت)([[77]](#footnote-77)) ۔صحیح مسلم میں آپ ﷐ کی یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ: (میری امت میں چار باتیں جاہلیت کی ہیں ، لوگ انہیں کبھی نہیں چھوڑیں گے: حسب نسب پر فخر کرنا ، نسب میں طعنہ زنی،نوحہ کرنا اور ستاروں کی طرف بارش منسوب کرنا([[78]](#footnote-78)))([[79]](#footnote-79))۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا یہ بیان وضاحت کے لئے کافی ہے۔

**چھٹا وصف: دینداری**

گویا راجح یہ ہے کہ صرف "دین داری" ہی کفو کے لئے ایک معتبر وصف ہے ، کیوں کہ نبی ﷐ سے اس کی دلیل ثابت ہے ، آپ ﷐ کا ارشاد ہے: (تمہارے پاس جب کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام لے کر آئے جس کی دین داری ا ور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس سے نکاح کرادو، اگر ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور فساد برپا ہوگا ۔لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر اس میں کچھ ہو؟ آپ نے تین بار یہی فرمایا : جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص آئے جس کی دین داری اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس سے نکاح کرادو)([[80]](#footnote-80)) ۔

دین داری : سے مراد یہ ہےکہ شادی کا خواہش مند صالحیت ونیک طبیعت ، تقوی وخشیت اور دینی احکام کی پاسداری اور اخلاق حسنہ سے مزین ہو، یہ ایسے بنیادی اوصاف ہیں جن پر ازدواجی زندگی کی عمارت کھڑی ہوتی ہے ، ان سے میاں بیوی کے اندر محبت ومود ت پیدا ہوتی ہے اور ان کے رشتہ میں پائداری آتی ہے ، یہ ایسی چہار دیواری ہے جس کے اندر خاندان، بکھراؤ اور کج روی سے محفوظ رہتا ہے ، اور دین داری ہی ایک ایسا وصف ہے جس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے :

شافعیہ کہتے ہیں کہ: (فاسق ، پاک دامن خاتون کے لئے کفو نہیں ہو سکتا)([[81]](#footnote-81)) ۔

احناف کہتے ہیں کہ: (فاسق، نیک لوگوں کی صاحبزادی کے لئے کفو نہیں ہوسکتا)([[82]](#footnote-82)) ۔

حنابلہ کہتے ہیں کہ: دین داری کا لحاظ کرنے اور اسے معتبر ماننے کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:{أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ} [سورة السجدة:18].

ترجمہ : کیا وہ جو مومن ہو مثل اس کے ہے جو فاسق ہے ، یہ برابر نہیں ہو سکتے۔

کیوں کہ فاسق انسان کے اندر رذالت پائی جاتی ہے ، اس کی گواہی اور روایت دونوں ہی نا قابل قبول ہوتی ہیں ، جان ومال کسی کے تعلق سے اسے امین نہیں سمجھا جاتا، اس کی ولایت ختم ہوجاتی ہے ، خالق اور مخلوق دونوں کی نظر میں وہ ایک نا پختہ اور کمتر انسان کی حیثیت رکھتا ہے ، دنیا اور آخرت دونوں جہان میں وہ بدقسمت شمار کیا جاتا ہے ، اس لئے اسے کسی پاک دامن خاتون کا کفو اور ہمسرٹھہرانا درست نہیں )([[83]](#footnote-83)) ۔

رہی بات آباء واجداد کے مسلمان ہونے کی تو یہ ایک ایسی شرط ہے جو جمہور کے بر خلاف صرف حنفیہ کے نزدیک لازمی ہے ، حنفیہ کہتے ہیں کہ: ( جو انسان خود تو مسلمان ہو-لیکن والد مسلمان نہ ہو- ، وہ اس عورت کے لئے کفو نہیں ہو سکتا جس کے والد بھی مسلمان ہو ، جس کا والد مسلمان ہو ، وہ اس عورت کے لئے کفو نہیں ہو سکتا جس کے والدین یا آباء واجداد سب مسلمان ہوں)([[84]](#footnote-84)) ۔

جب کہ اس شرط کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے ، بلکہ دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اپنے ماقبل کے تمام عیوب پر پردہ ڈال دیتا اور سارے گناہوں کو دھل دیتا ہے، یہ رسول اللہ ﷐کی حدیث سے ثابت ہے ، عمرو بن العاص ﷛ كہتے ہیں کہ نبی ﷐ نےفرمایا: ( کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام ماقبل کےتمام گناہوں کو دھل دیتا ہے)([[85]](#footnote-85)) ۔ مسلمان کے لئے اسلام لے آنا ہی شرف کی بات ہے ۔ حسین بن علی ﷡ کا قول ہے کہ : (اللہ تعالی نے اسلام کے ذریعہ کم تر کو بلند کر دیا ، ناقص کو مکمل کر دیا اور بدبخت کو عزت ومقام عطا کیا ، اس لئے جو مسلمان ہو گیا اس کے اوپر کوئی عار نہیں، یعنی مسلمان جب اسلام قبول کرلے تو اس کے اوپر کوئی نقص اور عار باقی نہیں رہتا)([[86]](#footnote-86))۔

رہی بات شوہر کے اسلام لانے کی تو ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ کسی مسلم خاتون کی شادی کسی کافر سے جائز نہیں ، اللہ تعالی کا فرمان ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ} [سورة الممتحنة:10].

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو تم ان کا امتحان لو۔ دراصل ان کےا یمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے لیکن اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو ، یہ ان کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں ، اور جو خرچ ان کافروں کا ہوا ہو وہ انہیں ادا کردو، ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کرلینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور کافر عورتوں کا ناموس اپنے قبضہ میں رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو ، مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ بھی مانگ لیں، یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو تمہارے درمیان کر رہا ہے ، اللہ تعالی بڑے علم اور حکمت والا ہے۔

نبی ﷐ سے صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ کفائت وہمسری کے لئے دین داری کا لحاظ کیا جائے گا ، بنیادی طور پر بھی اور صفت کمال کے طور پر بھی اسی وصف کا اعتبار کیا جائے گا، چنانچہ نہ کسی مسلم خاتون کی شادی کافر سے کی جائے گی اور نہ کسی پاک دامن کا نکاح فاجر سے ، کفو کے سلسلے میں اس کے علاوہ کسی اور وصف کو کتاب وسنت کے اندر معتبر نہیں بتایا گیا ہے ، اسلام نے مسلم خاتون کا نکاح زانی اور خبث باطن رکھنے والے شخص سے حرام قرار دیا ہے ، لیکن حسب نسب ، صنعت وحرفت اور دولت و مالداری کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے۔

**خاتمہ**

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام على سید المرسلین وخاتم النبیین وعلى آلہ وصحبہ اجمعین.

وبعد...میں نے اس مقالہ کے اندر علمی مقالہ نگاری کے اصول وضوابط کا لحاظ کرتے ہوئے موضوع سے متعلق اپنا مطالعہ اور تحقیق پیش کیاہے ، تاکہ اس موضوع کے علمی نتائج سامنے آسکیں، جوکہ درج ذیل ہیں:

۱-اسلام نے مردو زن کے درمیان رشتہ قائم کرنے کاایک ہی طریقہ بتایا ہے : وہ ہے نکاح، تاکہ ایک خاندان کو وجود میں لایا جاسکے ، لوگو ں کو حیوانیت کی پستی اور جاہلیت کے قعر عمیق سے نکال کر اسلام کی روشن وتاباں ، پاک وصاف اور بلند وبالا چوٹی تک پہنچایا جاسکے۔

اسلام کی نظر میں شادی ایک فطری ضرورت ، سماجی حاجت اور اللہ تعالی کی نازل کر دہ سنت ہے ۔اللہ تعالی نے شاد ی کی حکمت سے پردہ اٹھاتے ہوئے ارشا د فرمایا: {وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ} [سورة الروم:21].

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقینا غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

اسلام کی نظر میں اس کا واحد راستہ شادی ہی ہے ، یہ متانت و سنجیدگی ، استقامت و پائے داری اور نظافت وپاکیزگی کا راستہ ہے ، اس کے علاوہ جتنے بھی راستے ہیں وہ خواہش نفس کی پیروی، شہوت پرستی، بے راہ روی، فسق وفجور اور گمراہی کی راہیں ہیں ، اللہ نے شادی کو مشروع اس لئے کیا تاکہ زندگی میں نظم ونسق قائم ہو سکے ، انسان پاکیزہ زندگی گزارے اور اس کی زندگی دشواریوں سے محفوظ رہے۔شادی کی سنت سے بیزاری برتنے سے بگاڑ پیدا ہوتا ہےاور سماج تباہ وبرباد ہوجاتا ہے ۔ جس ذات نے انسان کو پیدا فرمایا ، اس نے اس کی فطرت میں جوڑے کی طلب اور شریک حیات کی ضرورت بھی ڈال دی ، عین اسی طرح جس طرح دنیا کی دیگر مخلوقات کو اللہ نے جوڑا جوڑاپیدا کیا، اللہ فرماتا ہے: {وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ} [سورة الذاريات:49].

ترجمہ: اور ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

پھر اللہ کی مشیئت یہ ہوئی کہ انسان کے دونوں جوڑوں کو ایک ہی جان سے تخلیق کرے ، فرمان باری تعالی ہے: {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً} [سورة النساء:1].

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو پیدا کرکے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلادیں۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ مردوزن ایک دوسر ے کی کمی کو دو رکر یں اور دونوں مل کر خاندان کووجود میں لائیں ، وہ خاندان جو ایک جان کے دوحصوں (مردوعورت) کے لئے یکساں طو ر پر سکونت ، امن واطمنان، پردہ پوشی اور عزت ووقار عطا کرتا ہے۔

۲-اسلام جس چیزکو شریعت کی تشکیل کےلئے بنیاد کی حیثیت دیتا ہے وہ ہے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷐ کی احادیث، اس لئے جو امر بھی اس شرعی بنیاد کے علاوہ کسی او ربنیاد پر قائم ہو وہ سرے سے باطل اور بے معنی ہے، وہ تمام احکام وآراء جو شریعت کے ان دو سرچشموں کے علاوہ کسی اور مصدر ومنبع سے اخذ کئے جاتے ہیں ، وہ اپنے تمام تر تصورات ، اقدار وروایات، معیار ومیزان، عرف ورواج ، اصول وقواعد اور نظام وقوانین کے ساتھ بے بنیاد اور باطل ہیں۔

جب فقہاء کسی مسئلہ میں عرف کا حوالہ دیں اور اسے مصدر شریعت کے طور پر پیش کریں تو یہ درست نہیں ہوگا کیوں کہ شریعت اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷐ کی سنت پر مبنی ہےاور عرف کو شریعت کا حکم اس وقت حاصل ہوتاہے جب شریعت سے اس کی موافقت حاصل ہو ، ناکہ سماج ومعاشرہ کا رسم ورواج اسے شرعی حکم بنادیتا ہے۔

امام مالک ﷫ کہتے ہیں کہ: ( میں انسان ہوں ، مجھ سے غلطی بھی ہوتی ہے اور میں کبھی حق پر بھی رہتا ہوں ، میری رائے میں غور وفکر کر لیا کرو، میری جو رائے کتاب وسنت کے موافق ہو اسے لے لو اور جو کتاب وسنت کے مخالف ہو اسے ترک کرو)([[87]](#footnote-87))۔یہی قول امام ابو حنیفہ ، شافعی اور احمد رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے ۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ ﷫ نسب کے لئے کفو کی شرط کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: (یہ اجتہادی مسائل ہیں جنہیں کتاب وسنت کی کسوٹی پر رکھ کر پر کھا جانا چاہئے ، کتاب وسنت سے جس قول کی تائید ہوتی ہو ، اسے اخذ کیا جائے ، کیوں کہ اللہ کے کلام میں کوئی اختلاف نہیں پایاجاتا، چنانچہ کسی کی بات اللہ اور رسول کے سامنے حجت اوردلیل نہیں بن سکتی)([[88]](#footnote-88)) ۔

زیر بحث مسئلہ میں فقہاء نے اپنے موقف کی تائید کے لئے جن دلائل سے استدلال کیا ہے ، ان کا جائزہ لینے کے لئے میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے پیش کردہ اصول کو ہی اپنا یا ہے۔

۳-فقہاء نے جن احادیث سے نسب کے معاملہ میں کفو کو شرط ثابت کیا ہے ، وہ تمام احادیث ضعیف ہیں، بلکہ نبی ﷐ کی واضح قطعی احادیث اورآپ کی سیرت اور صحابہ کرام کی زندگی کے عملی دلائل سے جو ثابت ہے وہ یہ کہ کفو کا اعتبار صرف دین داری کے معاملے میں کیا جائے گا، کچھ علماء نے اس بابت وضاحت کے ساتھ گفتگو کی ہے ، مثال کے طور پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ ﷫ ، وہ کہتے ہیں : ( ان امو ر –کفو کے شروط- سے متعلق نبی ﷐ سے کوئی واضح اور صحیح حدیث ثابت نہیں )([[89]](#footnote-89)) ۔ امام صنعانی ﷫ کہتے ہیں کہ: ( ان مسائل میں لوگو ں کے عجیب وغریب موقف ہیں ، جس کی کوئی دلیل نہیں، سوائے کبروغرور کے-لا الہ الا اللہ کتنی ہی ایسی مومنہ خواتین ہیں جن کی شادی محض سرپرستوں کے غرور ونخوت اور ذاتی انا کی وجہ سے نہ ہو سکی-اے اللہ ! میں ایسی شرط سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفسانی خواہشات کے بطن سےجنم لیتی ہے اور کبر وغرور کی گود میں پرورش پاتی ہے- تمام انسانوں کے سردار نبی ﷐ سے ان آراء واقوال کی مخالفت ثابت ہے)([[90]](#footnote-90)) ۔

لہذا، دختران اسلام کے بہت سے سرپرستوں نے حسب نسب (اور ذات برادی) وغیرہ کے سلسلے میں جو شروط قائم کر رکھی ہے ، ان کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ، بلکہ ان بے بنیاد شروط کی وجہ سے شادی میں رکاوٹ پیدا کی جارہی ہے اور دختران اسلام کو گھر بٹھاکر رکھا جارہا ہے۔

اے اللہ ! ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ ان سرپرستوں کو راہ حق کی ہدایت عطا کر ، ان کے دل میں اللہ کی کتاب اور نبی ﷐ کی تمام صحیح قولی وعملی سنت پر عمل کرنے کی جوت جلادے، تاکہ اسلامی معاشرہ میں کو ئی مرد اور کوئی عورت بغیر شادی کے نہ رہے ، اور اس طرح سماجی بگاڑ کا خاتمہ ہو اور رسول اللہ ﷐ کی سنت زندہ ہوسکے۔

فہرستِ موضوعات

|  |  |
| --- | --- |
| موضوعات | صفحات |
| پیش لفظ | **۳** |
| مقدمہ | **۱۳** |
| کفو کی تعریف | **۲۲** |
| کیا نکاح میں کفو شرط ہے؟ | **۲۳** |
| پہلی رائے: نکاح میں کفو شرط نہیں ہے | **۲۳** |
| دوسری رائے: نکاح میں کفو شرط ہے | **۲۴** |
| دلائل کا موازنہ اور ترجیح | **۲۷** |
| وہ اوصاف جنہیں فقہاء نے کفو کے لئے شرط قرار دیا ہے  | **۲۹** |
| پہلا وصف: آزادی | **۳۰** |
| دوسرا وصف: مالداری وخوشحالی | **۳۳** |
| تیسرا وصف: حرفت وپیشہ | **۳۷** |
| چوتھا وصف: عیوب سے سلامتی | **۴۰** |
| پانچواں وصف: حسب نسب  | **۴۱** |
| چھٹا وصف: دینداری | **۵۳** |
| خاتمہ | **۵۷** |
| فہرست موضوعات | **۶۱** |

مترجم کی دیگر نگارشات





افادات

 ----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

1. () صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب خلق آدم، ج۴، ص۱۱۱ [↑](#footnote-ref-1)
2. () مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، الحافظ الہيثمی، ج۸، ص۹۸۴۰ [↑](#footnote-ref-2)
3. () صحیح مسلم، ج۶، ص۲۳۵، کتاب الجنائز،باب تحریم النیاحۃ [↑](#footnote-ref-3)
4. () الجامع الصحيح لسنن الترمذی، ج۵، کتاب المناقب، باب فضل الشام والیمن، ص۶۹۱ [↑](#footnote-ref-4)
5. () عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، ج۱۲، ص۲۶۰/ باب إیقاد المسلم من الکافر، اس کی سند حسن ہے۔ [↑](#footnote-ref-5)
6. () صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃو الآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، ج۱۶، ص۱۴۰ [↑](#footnote-ref-6)
7. () حاشیۃ رد المختار لابن عابدین، ج۱، ص۶۳ [↑](#footnote-ref-7)
8. () الجامع لابن عبد البر: ج۲، ص۳۲ [↑](#footnote-ref-8)
9. () اعلام الموقعين، ج2، ص363-364 [↑](#footnote-ref-9)
10. () المجموع للنووی، ج۱، ص۶۳ [↑](#footnote-ref-10)
11. () الجامع لابن عبد البر: ج2، ص 149 [↑](#footnote-ref-11)
12. () دیکھیں: لسان العرب، ص۲۶۹، حرف کاف [↑](#footnote-ref-12)
13. () اس حدیث کو امام احمد، نسائی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے: کتاب الدیات ، حدیث نمبر: ۴۵۴۱/ باب إیقاد المسلم بالکافر، اس حدیث کی سند حسن ہے ، جامع الأصول، ج۱۰، ص۲۹۵ [↑](#footnote-ref-13)
14. () کتاب التعریفات للجرجانی علی بن محمد بن علی، ص۲۳۷، الاحوال الشخصیۃ ، محمد أبو زھو، ص۱۳۶ [↑](#footnote-ref-14)
15. () اس حدیث کو امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، ج۲، ص۵۷۰/ کتاب النکاح، باب الکفاءۃ [↑](#footnote-ref-15)
16. () فتح الباری بشرح صحیح البخاری: ج۸، ص۱۰۸-۱۱۰ [↑](#footnote-ref-16)
17. () شرح فتح القدیر للإمام کمال الدین عبد الواحد، ج۳، ص۱۸۶ [↑](#footnote-ref-17)
18. () المغنی لابن قدامۃ، ج۷، ص۳۰، حاشیۃ رد المختار لابن عابدین، ج۳، ص۸۴، شرح فتح القدیر عبد الواحد، ج۳، ص۱۸۸، المجموع للنووی، ج۱۶، ص۱۸۴ اور اس کے بعد۔ [↑](#footnote-ref-18)
19. () اسے امام دارقطنی نے روایت کیا ہے، لیکن ابن عبد البر کہتے ہیں : یہ حدیث ضعیف ہے ، اس کی کوئی اصل نہیں ، اس طرح کی حدیث سے حجت پکڑنا درست نہیں، امام البانی نے إرواء الغلیل میں اسے موضوع کہا ہے: ج۶، ص ۲۶۴ [↑](#footnote-ref-19)
20. () الجامع الصحیح سنن الترمذی ج۳، ص ۳۸۷ ، ابو عیسی کہتے ہیں کہ: یہ حدیث غریب ہے اور میں اس کی سند متصل نہیں پاتا۔ [↑](#footnote-ref-20)
21. () سنن ابن ماجہ ج۱، ص۲۳۳، زوائد سنن ابن ماجہ میں آیا ہے کہ : اس حدیث کی سند میں الحارث بن عمران المدنی ہیں جن کے بارے میں ابو حاتم کہتے ہیں کہ : وہ قوی راوی نہیں ہے ، ان کی روایت کردہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے ، دارقطنی کہتے ہیں کہ: یہ متروک راوی ہے۔ [↑](#footnote-ref-21)
22. () اسے امام دار قطنی نے اسحاق بن بہلول کے طریق سے روایت کیا ہے ، حدیث نمبر: ۴۱۵، اسی طرح امام بیہقی نے بھی ضعیف سند سے روایت کیا ہے: ج۷، ص۱۳۳۔ [↑](#footnote-ref-22)
23. () اس واقعہ کی ایک روایت ابن ہشام کی کتاب السیرۃ النبویۃ : ج۱، ص۱۹۵ اورصفی الرحمن مبارکپوری کی کتاب الرحیق المختوم : ص۲۴۰ میں موجود ہے۔ [↑](#footnote-ref-23)
24. () شرح فتح القدیر للإمام کمال الدین عبد الواحد، ج۳، ص۱۸۵-۱۸۶،حاشیۃ رد المختار، ج۳، ص۸۴ [↑](#footnote-ref-24)
25. () سابق مرجع [↑](#footnote-ref-25)
26. () سابق مرجع [↑](#footnote-ref-26)
27. () علم اصول الفقہ،عبد الوھاب خلاف: ص۸۹-۹۰ [↑](#footnote-ref-27)
28. () حاشیۃ رد المختارلابن عابدین: ج۳، ص ۸۶ [↑](#footnote-ref-28)
29. () سابق مرجع [↑](#footnote-ref-29)
30. () المجموع للنووی: ج۱۶، ص۱۸۲-۱۸۸ [↑](#footnote-ref-30)
31. () کتاب المبسوط للسرخسی: ج۵، ص۲۴ [↑](#footnote-ref-31)
32. () مغنی المحتاج إلى معرفۃ ألفاظ المنہاج للشربینی: ج۳، ص۱۶۵ [↑](#footnote-ref-32)
33. () فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج۹، ص ۱۶۵ [↑](#footnote-ref-33)
34. () المغنی لابن قدامۃ: ج۷، ص۲۷ [↑](#footnote-ref-34)
35. () مغنی المحتاج إلى معرفۃ ألفاظ المنہاج للشربینی: ج۳، ص۱۶۵ [↑](#footnote-ref-35)
36. () سابق مرجع [↑](#footnote-ref-36)
37. () اس حدیث کو امام ترمذی نے کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے: حدیث نمبر ۳۲۶۷، ترمذی کہتے ہیں کہ : یہ حدیث حسن غریب ہے ، ہم اسے صرف سلام بن ابی مطیع کی روایت سے جانتے ہیں۔ [↑](#footnote-ref-37)
38. () امام نووی کی کتا ب المجموع: ج۱۶، ص ۱۸۲ [↑](#footnote-ref-38)
39. () شرح فتح القدير: ج3، ص192-193 [↑](#footnote-ref-39)
40. () سابق مرجع [↑](#footnote-ref-40)
41. () اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے [↑](#footnote-ref-41)
42. () اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے اور امام البانی نے إرواء الغلیل میں اسے حسن کہا ہے: ج۶، ص۲۷۲ [↑](#footnote-ref-42)
43. () مسند احمد بن حبنل: ج6، ص412 [↑](#footnote-ref-43)
44. () اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام البانی نے إرواء الغلیل میں صحیح کہا ہے: ج۶، ص۲۷۲ [↑](#footnote-ref-44)
45. () ابن قدامہ کی کتاب: المغنی ، ج۷، ص۲۹ [↑](#footnote-ref-45)
46. () مغنی المحتاج إلى معرفۃ معنى ألفاظ المنہاج للشربینی: ج۳، ص۱۶۶-۱۶۷ [↑](#footnote-ref-46)
47. () اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور امام البانی نے اسے موضوع قرارا دیا ہے: إرواء الغلیل:ج۶، ص۲۶۸ [↑](#footnote-ref-47)
48. () المغنی لابن قدامۃ: ج۷، ص۲۹ [↑](#footnote-ref-48)
49. () كتاب المبسوط للسرخسی: ج5، ص25 [↑](#footnote-ref-49)
50. () صحیح البخاری: ج۴، ص۲۵۹، کتاب البیوع/ باب کسب الرجل وعملہ بیدہ [↑](#footnote-ref-50)
51. () مغنی المحتاج: ج۳، ص۱۶۵ [↑](#footnote-ref-51)
52. () حاشیۃ الدسوقی: ج۲، ص۳۲۶ [↑](#footnote-ref-52)
53. () المغنی لابن قدامۃ: ج۷، ص ۲۹ [↑](#footnote-ref-53)
54. () اسے امام شافعی نے زہری سے مرسلا روایت کیا ہے اور امام البانی نے إرواء الغلیل میں صحیح قرار دیا ہے : ج۲، ص۲۹۵ [↑](#footnote-ref-54)
55. () اسے امام ترمذی نے سنن الترمذی میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: (إن اللہ اصطفی بني كنانة من ولد إبراھیم وإسماعیل واصطفی من بنی کنانۃ قریشا واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم) ابو عیسی ترمذی کہتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے، ج۵، کتاب المناقب، ص۵۴۴ [↑](#footnote-ref-55)
56. () مغنی المحتاج للشربینی: ج۳، ص۱۶۵ [↑](#footnote-ref-56)
57. () اسے امام دار قطنی نے اسحاق بن بہلول کے طریق سے روایت کیا ہے: حدیث نمبر: ۵۲۴، اور امام بیہقی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے: ج۷، ص ۱۳۳ [↑](#footnote-ref-57)
58. () المغنی لابن قدامۃ: ج۷، ص۲۸ اور اس کے بعد۔ [↑](#footnote-ref-58)
59. () سابق مرجع [↑](#footnote-ref-59)
60. () ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مجھے نہیں مل سکی، جن الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مجھے ملی ہے وہ یوں ہے : (العرب بعضھم أکفاء لبعض قبیلۃ بقبیلۃ ورجل برجل والموالی بعضھم أکفاء لبعض قبیلۃ ورجل برجل إلا حائک أو حجام) امام البانی إرواء الغلیل: چ۶ ، ص ۲۷۰ میں اس حدیث کے تعلق سے کہتے ہیں کہ : یہ موضوع ہے ، اسے امام بیہقی نے ج ۷، ص ۱۷۴ میں حاکم کے طریق سے روایت کیا ہے اور کہا کہ : اس کی سند شجاع اور ابن جریج کے درمیان منقطع ہے ، جب کہ ابن جریج مدلس ہیں۔ [↑](#footnote-ref-60)
61. () شرح فتح القدیر للإمام کمال الدین عبد الواحد: ج۳، ص ۱۸۷ [↑](#footnote-ref-61)
62. () نيل الأوطار للشوكانى: ج6، ص 146 [↑](#footnote-ref-62)
63. () المجموع للنووی: ج۱۶، ص ۱۸۴ [↑](#footnote-ref-63)
64. () فتح الباری شرح صحیح البخاری: باب الأکفاء فی الدین، ج۹، ص۱۳۱، حدیث نمبر: ۵۰۸۸ [↑](#footnote-ref-64)
65. () شرح فتح القدیر للإمام کمال الدین عبد الواحد: ج۳، ص۱۳۳ [↑](#footnote-ref-65)
66. () سیرۃ ابن ہشام: ج۱ ، غزوہ بدر کے بعد، ص ۵۵۵-۵۵۶ [↑](#footnote-ref-66)
67. () فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج۹، ص ۱۱۰-۱۱۱ [↑](#footnote-ref-67)
68. () سابق مرجع [↑](#footnote-ref-68)
69. () بدائع الصنائع: ج۱، ص۳۱۹ [↑](#footnote-ref-69)
70. () تہذیب التہذیب: ج۷، ص۱۲۷ ، طبقات ابن سعد: ج۸، ص۲۰ [↑](#footnote-ref-70)
71. () حیاۃ الصحابۃ: ج۲، ص۶۷۰ ، شذرات الذھب: ج۱، ص۲۹ [↑](#footnote-ref-71)
72. () حلیۃ الأولیاء: ج۲، ص۵۲، الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج۱، ص۵۴۶ [↑](#footnote-ref-72)
73. () مسند الإمام احمد بن حنبل: ج۳، ص۴۱۲ [↑](#footnote-ref-73)
74. () سبل السلام: ج۳، ص۱۰۰۸ [↑](#footnote-ref-74)
75. () الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج۱، ص۶۶، تہذیب التہذیب: ج۱، ص۳۵۹ [↑](#footnote-ref-75)
76. () الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج۴، ص۴۲۱ [↑](#footnote-ref-76)
77. () الجامع الصحیح لسنن الترمذی: ج۵، کتاب المناقب، باب فضل الشام والیمن ، ص۶۹۱ [↑](#footnote-ref-77)
78. () صحیح مسلم : ج۶، ص۲۳۵ ، کتاب الجنائز ، باب تحریم النیاحۃ [↑](#footnote-ref-78)
79. () مجموع فتاوى شيخ الإسلام احمد بن تیمیہ، ج19، ص28-29 [↑](#footnote-ref-79)
80. () اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے ، اسے امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام البانی نے إرواء الغلیل میں اس کی تخریج کی ہے اور اسے ابن حاتم المزنی ، ابوھریرۃ اور عبد اللہ بن عمر کے طریق سے حسن قرار دیا ہے: ج۶، ص۲۶۶ [↑](#footnote-ref-80)
81. () المجموع للنووی: ج16، ص182 [↑](#footnote-ref-81)
82. () حاشیۃ رد المختار لابن عابدین: ج۳، ص ۸۹ [↑](#footnote-ref-82)
83. () المغنی لابن قدامۃ: ج۷، ص۲۶ اور ا س کے ما بعد [↑](#footnote-ref-83)
84. () حاشیۃ رد المختارلابن عابدین: ج۳ ، ص ۸۷ [↑](#footnote-ref-84)
85. () صحيح مسلم: ج1، كتاب الايمان، ص324 [↑](#footnote-ref-85)
86. () عیون الأخبار: ج۴، ص ۸ [↑](#footnote-ref-86)
87. () الجامع لابن عبد البر: ج2، ص32 [↑](#footnote-ref-87)
88. () مجموع فتاوى شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ: ج۱۹، ص۲۸-۲۹ [↑](#footnote-ref-88)
89. () سابق مرجع: ص29 [↑](#footnote-ref-89)
90. () سبل السلام شرح بلوغ المرام: ج3، ص1008 [↑](#footnote-ref-90)